بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الوعظ والتذکیر

سلسلۂ اِشاعت: (۵۰)

نبی اُمی ﷺ کا مشن

خطاب:

حضرت مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب منصورپوری

اُستاذ فقہ وحدیث دار العلوم دیوبند

جمع وضبط:

(مفتی) عبدالرحمٰن قاسمی بنگلوری

مدرسہ دارالتوحید بنگلور

ناشر

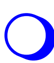
المركز العلمي للنشر والتحقيق

لال باغ مرادآباد

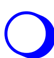
اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَذَکِّرْ فَاِنَّ الذِّکْرٰی تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ. [الذّٰریٰت: ۵۵]
(اور مسلسل نصیحت فرماتے رہئے؛ کیوں کہ نصیحت ایمان والوں کو نفع دیتی ہے)

کتاب الوعظ والتذکیر

سلسلۂ اِشاعت: (۵۰)



- موضوعِ خطاب : نبی اُمی ﷺ کا مشن
- خطاب (مع اِضافات) : حضرت مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب منصور پوری
- مقام : سیرت کانفرنس، عیدگاہ پرانا پل جمعیۃ علماء بنارس
- تاریخ : ۱۸؍صفر ۱۴۴۱ھ مطابق ۱۸؍اکتوبر ۲۰۱۹ء بروز
- دورانیہ : ۴۷؍منٹ تقریباً
- جمع وضبط : (مفتی) عبدالرحمٰن قاسمی بنگلوری



- آڈیو بیانات سننے کے لئے درج ذیل لنک ملاحظہ کریں:

www.youtube.com/c/ALTAZKEER
www.attablig.com/MUFTI-SALMAN



○

الحمد للّٰه نحمدهٗ ونستعينهٗ ونستغفرهٗ ونؤمن بهٖ ونتوكّل عليه، ونعوذ باللّٰه من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا، من يهده اللّٰه فلا مضل لهٗ، ومن يضلل فلا هادي لهٗ، ونشهد أن لا إلٰه إلا اللّٰه وحده لا شريک لهٗ، ونشهد أن سيدنا وحبيبنا وسندنا وشفيعنا وإمامنا ومولانا محمدًا عبده ورسوله، صلى اللّٰه تبارک وتعالىٰ عليه وعلىٰ آلهٖ وأصحابهٖ وذرياتهٖ وبارک وسلّم تسليمًا كثيرًا كثيرًا، أما بعد. فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

﴿قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾ [الأعراف، جزء آیت: ١٥٨]

صَدَقَ اللّٰهُ مَوْلَانَا الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ.

معزز علماءِ کرام اور علاقہ بھر سے تشریف لانے فرزندانِ توحید اور بزرگو اور بھائیو اور جہاں تک یہ آواز پہونچ رہی ہے ہماری مائیں اور بہنیں!

یہ سیرت کانفرنس جو جمعیۃ علمائے بنارس کی طرف سے گزشتہ ٢٨ سالوں سے منعقد ہوتی

آ رہی ہے، اِس طرح کی کانفرنسیں ہمارے دلوں میں سرورِ عالم حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت میں اضافہ اور دین اور سنت پر چلنے کا جذبہ اور داعیہ پیدا کرنے کا سبب بنتی ہیں۔

ماہِ ربیع الاول میں عموماً سیرتِ طیبہ کے عنوان پر جابجا پروگرام منعقد کئے جاتے ہیں، اُن کا ایک پہلو تو یہ ہے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالاتِ مبارکہ اور شمائلِ طیبہ کو بیان کیا جائے، بلاشبہ یہ بھی بڑی سعادت کی بات ہے؛ لیکن اُس سے بھی زیادہ اہمیت کا پہلو یہ ہے کہ پیغمبر علیہ السلام کی بعثتِ مبارکہ جن مقاصد کے لئے ہوئی ہے، اُن کا مذاکرہ کیا جائے، اور اُن مقاصد کی تکمیل میں ہمارا اگر کوئی حصہ ہو سکے تو اُس کو ادا کرنے کی کوشش کی جائے، یہ سب سے اہم مقصد اور پہلو ہے، جس کو کبھی نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔

ایک مسلمان اور محبِّ رسول ہونے کی حیثیت سے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہر سطح پر ہماری وابستگی ہونی چاہئے، ہم اپنے گھر کا ماحول ایسا بنائیں کہ بچوں اور عورتوں کے سامنے بات بات پر پیغمبر علیہ السلام کا تذکرہ ہو۔ مثلاً بچے کھانے کے لئے دسترخوان پر بیٹھیں تو اُس وقت اُن سے کہا جائے کہ:

جاؤ ہاتھ دھوکر آؤ، یہ پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ (سنن الترمذی حدیث:۱۸۴۶)

جب وہ کھانا شروع کریں تو بتائیں کہ حضور اکرم علیہ السلام کا طریقہ یہ تھا کہ بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع فرماتے تھے۔ (سنن الترمذی حدیث:۱۸۵۷-۱۸۵۸)

جب وہ کھانے کا اِرادہ کریں تو بتائیں کہ دائیں ہاتھ سے کھانا کھانا سنت ہے۔ (سنن الترمذی حدیث:۱۸۵۷)

جب وہ پلیٹ کی طرف ہاتھ بڑھائیں تو تعلیم دیں کہ پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ پلیٹ میں اپنے سامنے سے کھاؤ، بیچ سے لقمہ نہ اُٹھاؤ۔ (سنن الترمذی حدیث:۱۸۵۷)

اِسی طرح جب وہ گھر میں داخل ہوں، تو اُنہیں سلام کا عادی بنائیں۔ (سنن ابی داؤد، اول کتاب الادب/ باب مایقول اذا اخرج من بیتہ حدیث:۵۰۹۶)

اگر کوئی باشعور بچہ بغیر سلام کے گھر میں آجائے تو اُس سے کہیں کہ چلو باہر جاؤ، پھر سلام کر کے اندر آؤ۔

ہمیں یاد ہے، امروہہ میں شیخ الحدیث حضرت مولانا سید طاہر حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمارے بڑے ہی مشفق اُستاذ تھے، ایک مرتبہ اُن کے ''ہدایۃ النحو'' کے سبق میں ہم درس گاہ میں سلام کئے بغیر چپکے سے پیچھے جا کر بیٹھ گئے، حضرت کی نظر پڑ گئی، فرمایا: ''چلو اُٹھو! حوض کا چکر لگا کر آؤ، پھر سلام کر کے اندر داخل ہو''، وہ تنبیہ ایسی دل پر نقش ہوئی کہ اب ہر مجلس میں جاتے وقت زبان پر سلام کا اہتمام ہوتا ہے۔

تو سیرت کے پروگراموں کا بڑا مقصد یہ ہونا چاہئے کہ ہماری زندگی کے اندر سیرت اور سنت کی باتیں عام ہو جائیں، گھر کا ماحول سنت والا بن جائے، مائیں اپنی بچوں کو سیرت کی باتیں سنائیں، اگر بچے کہانیوں کی فرمائش کریں تو اُن کو نبیٔ اکرم علیہ السلام کی سیرت کے واقعات سنائے جائیں، ان باتوں کو اگر سامنے لایا جائے گا تو غیر محسوس طریقے پر بچے کے دل میں پیغمبر علیہ السلام کی عظمت اور محبت قائم ہوگی اور یہ محبت اگر بچپن میں دل کی گہرائی میں اُتر جائے گی تو یہ مرتے دم تک نہیں نکلے گی، اِن شاء اللہ تعالیٰ۔

قرآنِ کریم کی بہت سی آیتوں میں نبی اکرم علیہ السلام کی بعثت کے مقاصد مختلف انداز میں بیان ہوئے ہیں۔ اُنہی میں سے ایک آیت یہ ہے: ﴿وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكَاةَ وَالَّذِیْنَ هُمْ بِآیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ. اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرَاةِ وَالْاِنْجِیْلِ، یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَیَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ، فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ [الأعراف: ١٥٦-١٥٧] (اور میری رحمت ہر چیز کو شامل ہے، سو میں اُس کو متقیوں کے لئے لکھ دوں گا، اور اُن

لوگوں کے لئے بھی جو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، اور جو ہماری باتوں پر یقین رکھتے ہیں۔ جو اُس رسول کی پیروی کرتے ہیں جو نبی اُمی ہیں، جن کو وہ اپنے پاس توریت اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ اُن کو نیک کام کا حکم فرماتے ہیں، اور برے کام سے منع کرتے ہیں، اور پاک چیزیں اُن کے لئے حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزیں اُن پر حرام فرماتے ہیں، اور اُن پر سے اُن کے بوجھ اور وہ قیدیں اُتارتے ہیں جو اُن پر پہلی شریعتوں میں) تھیں۔ پس جو لوگ اُس رسول پر ایمان لائے، اور اُن کی رفاقت کی، اور اُن کی مدد کی، اور اُس نور (قرآن اور وحی) کے تابع ہوئے جو اُن کے ساتھ اُترا ہے، سو وہی لوگ اپنی مراد کو پہنچنے والے ہیں)

اِس آیت میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متعدد صفات بیان کی گئی ہیں:

نبی اُمی کا مفہوم

(ا) پہلی صفت یہ بیان ہوئی کہ وہ "اَلنَّبِيُّ الْأُمِّي" ہیں۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے دنیوی ذرائع (کتابت وقرأت وغیرہ) سے علم حاصل نہیں کیا؛ بلکہ اللہ تعالیٰ نے براہِ راست آپ کو علم سے نوازا ہے، نہ تو کسی اُستاذ کے آپ شاگرد تھے اور نہ ہی کسی کتاب سے آپ نے علم سیکھا تھا؛ بلکہ آپ کو جو بھی علم ملا، اور کمالات نصیب ہوئے، وہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے عطا فرمائے، یہی "اَلنَّبِيُّ الْأُمِّيُّ" کا مطلب ہے۔

اور آپ کے اُمی ہونے میں ایک بڑی حکمت یہ ہے کہ اگر آپ کو دنیوی ذرائع سے علم حاصل کرنے کی صلاحیت عطا فرمائی جاتی، تو شکی اور وہمی قسم کے لوگ کہہ سکتے تھے کہ آپ جو حکمت ورسالت کی باتیں بتاتے ہیں، وہ آپ نے کہیں سے پڑھ رکھی ہیں؛ اِس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے "اُمی" ہونا پسند فرمایا؛ تاکہ کسی کو تشکیک کا موقع ہی نہ رہے۔ اِسی بات کو قرآنِ کریم کی دوسری آیت میں اِس طرح واضح کیا گیا: ﴿وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهِ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ﴾ [العنکبوت: ٤٨] (اور آپ نہ پڑھتے تھے اِس سے پہلے کوئی کتاب، اور نہ لکھتے تھے اپنے داہنے ہاتھ سے، تب تو یہ البتہ جھوٹے شبہ میں پڑجاتے)

پس اِس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ''نبی اُمی'' کا مطلب لاعلمی یا جہل نہیں ہے؛ بلکہ دنیوی ذرائع علم کے بغیر علم وحکمت سے سرفراز کیا جانا ہے۔

عارف باللہ حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ کی نعت کا ایک شعر ہے:

کوئی اعجاز تو دیکھے میرے قرآنِ ناطق کا
لقب اُمیّ ہے لیکن علم کے دریا بہاتے ہیں

توریت وانجیل میں پیغمبر علیہ السلام کا ذکر مبارک

(۲) دوسری صفت یہ بیان ہوئی کہ آپ ایسے پیغمبر ہیں جن کا تذکرہ پُرانی کتابوں یعنی توریت اور انجیل میں موجود ہے؛ حتیٰ کہ آج بھی جو بائبل پڑھی جاتی ہے، اُس میں بھی واضح اِشارات اور علامات مذکور ہیں۔

اور خود قرآن کہتا ہے کہ ہم نے جن کو کتابیں دی ہیں یعنی یہود ونصاریٰ، آپ کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے کوئی باپ اپنے بیٹوں کو پہچانتا ہے۔(البقرۃ:۱۴۶)

چناں چہ پُرانی کتابوں کے جاننے والے بہت سے علماء واحبار اپنی کتابوں میں ذکر کردہ علامتوں کو پڑھ کر پیغمبر علیہ السلام پر ایمان لائے، مثلاً: سیدنا حضرتِ عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سیدنا حضرتِ سلمانِ فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اُن جیسے بہت سے حضرات۔

اور پیغمبر علیہ السلام اپنے بارے میں فرمایا کرتے تھے: ''**دَعْوَةُ أَبِيْ إِبْرَاهِيْمَ وَبَشَارَةُ عِيْسىٰ الخ**''. (البداية والنهاية ٣٣٥/٢ دار إحياء التراث العربي بيروت) (مَیں اپنے والد (مورثِ اعلیٰ) ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا کا اور اپنے سے پہلے پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور خوش خبری کا مصداق ہوں)

حضرت عطاء بن یسارؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سیدنا حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے میری ملاقات ہوئی، تو میں نے آپ سے پوچھا کہ ''توریت میں نبی اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم کے بارے میں جو صفات بیان ہوئی ہیں، اُن کے متعلق آپ مجھے باخبر فرمائیے''۔تو حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جو صفات قرآنِ کریم میں بیان ہوئی ہیں، اُن میں سے بعض توریت میں بھی بیان کی گئی ہیں؛ چناں چہ توریت میں لکھا ہے(جس کا آپ نے عربی میں ترجمہ کرکے بیان کیا): **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ! إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيْرًا، وَحِرْزًا لِلْأُمِّيِّيْنَ، أَنْتَ عَبْدِيْ وَرَسُوْلِيْ، سَمَّيْتُكَ الْمُتَوَكِّلَ، لَيْسَ بِفَظٍّ وَلَا غَلِيْظٍ وَلَا صَخَّابٍ فِيْ الْأَسْوَاقِ، وَلَا يَدْفَعُ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ، وَلٰكِنْ يَعْفُوْ وَيَغْفِرُ، وَلَنْ يَقْبِضَهُ اللّٰهُ تَعَالىٰ حَتّٰى يُقِيْمَ بِهِ الْمِلَّةَ الْعَوْجَاءَ، بِأَنْ يَقُوْلُوْا: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهَ، وَيَفْتَحُوْا بِهَا أَعْيُنًا عُمْيًا وَآذَانًا صُمًّا وَقُلُوْبًا غُلْفًا".** (صحيح البخاري، كتاب البيوع / باب كراهية السخط في السوق رقم: ۲۱۲۵) (اے نبی! ہم نے آپ کو گواہ بنا کر اور جنت کی خوش خبری دینے والا اور جہنم کا ڈر سنا دینے والا بنا کر بھیجا ہے، اور آپ کو اُمیین (اُمتِ محمدیہ) کے لئے حفاظت کا ذریعہ بنایا ہے، آپ میرے بندے اور میرے رسول ہیں، میں نے آپ کا نام ''متوکل'' (مجھ پر بھروسہ کرنے والا) رکھا ہے، آپ نہ بدگو ہیں، اور نہ سخت دل ہیں، اور نہ بازاروں میں شور مچانے والے ہیں، اور آپ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے؛ بلکہ عفو ودرگذر سے کام لیتے ہیں، اور اُس وقت تک اللہ تعالیٰ آپ کی روح کو قبض نہیں فرمائیں گے؛ تا آں کہ آپ کے ذریعہ بھٹکی ہوئی ملت کلمہ طیبہ ''لا الٰہ الا اللہ'' پر نہ قائم ہوجائے، اور آپ اِس کلمہ کے ذریعہ نابینا آنکھوں کو بینائی عطا کریں گے، اور بہرے کانوں اور ڈھکے ہوئے دلوں کو کھول دیں گے)

اور ایک روایت میں وارد ہے کہ ایک دیہاتی شخص کاروباری سلسلے میں مدینہ منورہ آتے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ جب آئے تو اُن کے دل میں خیال آیا کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں بہت سن رکھا ہے، چلو آج مل کے آتے ہیں، دیکھیں کون ہیں؟ فرماتے ہیں کہ: جب مَیں گیا تو دیکھا کہ آپؐ راستے سے گزر رہے ہیں اور آپؐ کے دائیں بائیں حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں؛ چناں چہ مَیں بھی آپ کے ساتھ ہوگیا، آپ

چلتے چلتے ایک یہودی کے مکان سے گزرے، تو وہاں چار پائی پر ایک بہت حسین وجمیل نو جوان مرض الوفات میں تھا اور اُس کا یہودی باپ اُس کے سراہنے توریت پڑھ رہا تھا، پیغمبر علیہ السلام نے اُس یہودی شخص سے کہا کہ ''مَیں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ تمہاری اِس کتاب (توریت) میں میرا تذکرہ اور میری صفات بیان ہوئی ہیں یا نہیں؟'' یہ سوال سن کر وہ باپ ہچکچایا اور گول مول بات کرنے لگا، تو اُس بیمار بیٹے نے اپنی بند آنکھیں کھول دیں، اور پیغمبر علیہ السلام کو جواب دیا کہ ''مَیں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ہماری کتابوں میں آپ کا تذکرہ اور آپ کی صفات بعینہٖ موجود ہیں اور مَیں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور آپ اللہ کے رسول ہیں''۔ اور یہ کہہ کر اُس کی حالت غیر ہونے لگی اور اُس کی وفات ہوگئی۔ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ: ''اِسے یہاں سے ہٹاؤ ہم اِس کی تجہیز وتکفین اور نماز جنازہ کا انتظام کریں گے''۔ (کیوں کہ اِسلام پر اِس کی موت ہوئی ہے) (تفسیر ابن کثیر مکمل ص:۵۴۵ دارالسلام ریاض)

گویا اُس جوان نے مرتے مرتے یہ گواہی دے دی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کتاب اللہ، توریت اور انجیل میں موجود ہیں۔

اِسی سلسلے میں یہ واقعہ بھی قابل ذکر ہے کہ ایک مرتبہ ایک بڑے دولت مند یہودی سے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ضرورت کے وقت کچھ قرض لیا تھا، جب اَدائیگی کا وقت آیا تو وہ تقاضا کرنے لگا، تو نبی اکرم علیہ السلام نے سردست اَدائیگی کا انتظام نہ ہونے کا عذر فرمایا؛ لیکن وہ یہودی وہیں جم کر بیٹھ گیا، اور کہنے لگا کہ آج تو بغیر لئے نہیں جاؤں گا؛ یہاں تک کہ پورا دن اور رات گذر گئی، اُس کا یہ عمل وہاں موجود حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بہت ناگوار گذرا، اور وہ اُسے اِشارے کنایہ سے ڈراتے دھمکاتے رہے؛ تاکہ وہ اپنے گھر چلا جائے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اِس بات کا اندازہ ہوا، تو آپ نے صحابہ کرامؓ سے باز پرس فرمائی، اور یہ اِرشاد فرمایا کہ ''میرے رب نے مجھے کسی بھی معاہد وغیرہ کے ساتھ ظلم اور حق تلفی سے منع فرمایا ہے''۔ بہرحال جب اگلا دن نمودار ہوا تو اُس یہودی شخص نے برملا کلمہ شہادت ''اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد انک

رسول اللہ'' پڑھا، اور اپنے سب مال کا آدھا حصہ اللہ کے راستے میں دینے کا اعلان کیا، اور یہ کہا کہ میں نے آپ کے ساتھ جو بھی برتاؤ کیا وہ اِس وجہ سے تھا کہ میں آزمانا چاہتا تھا کہ آپ کی جو صفات میں نے توریت میں پڑھ رکھی ہیں، آپ اُس پر پورے اُترتے ہیں یا نہیں؟ اور توریت میں آپ کا تعارف اِس طرح کرایا گیا ہے: ''مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، مَوْلَدُهُ بِمَكَّةَ، وَمُهَاجَرُهُ بِطَيْبَةَ، وَمُلْكُهُ بِالشَّامِ، لَيْسَ بِفَظٍّ وَلَا غَلِيْظٍ وَلَا صَخَّابٍ فِي الْأَسْوَاقِ وَلَا مُتَزَيٍّ بِالْفَحْشِ وَلَا بِقَوْلِ الْخَنَا''۔ (محمد عبداللہ کے بیٹے ہیں، اُن کی پیدائش مکہ معظّمہ میں ہوگی، اور مدینہ طیبہ کی جانب ہجرت فرمائیں گے، اور اُن کی حکومت شام تک پہنچے گی، نہ تو آپ بدگو ہیں، اور نہ بے جا سختی کرنے والے ہیں، اور نہ ہی بازاروں میں شور وشغب مچانے والے ہیں، اور نہ فحش کلامی اور نازیبا گفتگو کرنے والے ہیں)

اُس کے بعد اُس یہودی شخص نے اپنے مال کو پیش کرتے ہوئے پیغمبر علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ اِسے اپنی مرضی سے جہاں چاہیں خرچ کرسکتے ہیں، اور یہ یہودی بڑے سرمایہ داروں میں تھا۔ (رواہ البیہقی فی دلائل النبوۃ، مشکوۃ شریف/ باب فی اخلاق وشمائلہ صلی اللہ علیہ وسلم ۲/۵۲۰-۵۲۱)

اور حضرت سہل مولیٰ خیثمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خود انجیل میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ صفات پڑھی ہیں کہ ''وہ نہ پستہ قد ہوں گے نہ بہت دراز قد؛ بلکہ سفید رنگ اور دوزلفوں والے ہوں گے، اُن کے دونوں شانوں کے درمیان ایک مہر نبوت ہوگی، صدقہ قبول نہیں فرمائیں گے، حمار اور اُونٹ پر سوار ہوں گے، بکریوں کا دودھ خود دوہ لیا کریں گے، پیوند زدہ کرتا استعمال کریں گے، اور جو ایسا کرے گا وہ تکبر سے بری ہوگا، وہ اسماعیل علیہ السلام کی ذریت میں سے ہوں گے، ان کا نام ''احمد'' ہوگا''۔ (رواہ ابن سعد وابن عساکر، ماخوذ: معارف القرآن ۴/۸۲، ربانی بک ڈپو دہلی)

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

(۳) بعد ازاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مشن بیان ہوا کہ: ﴿يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ یعنی آپ کا مشن دنیا میں یہ ہے کہ اچھائیوں اور نیکیوں کو پھیلائیں، اور

برائیوں پر روک ٹوک کریں۔یعنی:

اِنسانیت کو زندہ کریں،اور انسانیت کے خلاف باتوں کو مٹانے پر محنت کریں۔

حقوق اللہ اور حقوق العباد کو بجالائیں،اور حق تلفی پر نکیر کریں۔

تمام عالم میں عدل وانصاف کو عام کریں،اور نا اِنصافی کو دور کریں۔

ہر جگہ اَمن واَمان قائم کریں اور فتنہ وفساد کو مٹا دیں۔

یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ ہر اچھی بات کو قرآن وحدیث کی اصطلاح میں ''المعروف'' سے تعبیر کیا گیا ہے،جس کے معنی یہ ہیں کہ اُس کام سے اِنسانوں کو اُنسیت اور معرفت ہونی چاہئے۔خصوصاً ہر مسلمان کی طبعیت اُس کی طرف راغب ہونی چاہئے،اور اُسے بجالانے میں کسی قسم کی جھجھک محسوس نہیں کرنی چاہئے۔

اِس کے برخلاف ''اَلْمُنْکَر'' کے معنی عربی میں ''اجنبی اور نامانوس'' کے آتے ہیں،اِس سے یہ اِشارہ کرنا مقصود ہے کہ اِنسان کو گناہ اور جرم سے کوئی واسطہ اور مطلب نہیں ہونا چاہئے،واضح ہو کہ آپؐ کی یہ تعلیمات صرف مسلمانوں ہی کے لئے نہیں؛ بلکہ تمام اِنسانوں کے لئے ہیں۔گویا کہ آپ نے جو بھی اچھائی کا حکم دیا یا جس بُرائی سے روکا اُس میں تمام اِنسانوں کی بھلائی مضمر ہے۔

تجربہ سے یہ بات ثابت ہے کہ اگر معاشرہ میں اچھی باتوں کی تاکید اور بری باتوں پر روک ٹوک کا ماحول نہ ہو،تو پورا معاشرہ بدترین اخلاقی بیماریوں میں مبتلا ہوکر تباہ وبرباد ہوجاتا ہے،اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے غضب کا مستحق بن جاتا ہے،اِسی بنا پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقاصد بعثت میں سے ایک اہم مقصد ''اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر'' کو قرار دیا گیا،اور آپ علیہ السلام نے اُمت کو اِس بات کی انتہائی تاکید فرمائی کہ وہ ہر سطح پر اِس عمل کو جاری رکھیں،ورنہ سخت نقصان کا اندیشہ ہے۔سیدنا حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا کہ:

وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَتَأْمُرَنَّ اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان

بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ أَوْ لَيُوْشِكَنَّ اللّٰهُ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عِقَابًا مِنْهُ، ثُمَّ تَدْعُوْنَهُ فَلا يُسْتَجَابُ لَكُمْ. (سنن الترمذي / أبواب الفتن ٢١٦٩)

ہے، تم لوگ ضرور بالضرور اچھی باتوں کی تاکید اور بری باتوں پر نکیر جاری رکھو، ورنہ اِس بات کا اندیشہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب بھیجے، پھر تم دعائیں کرو مگر وہ اُس کے دربار میں قبول نہ ہوں۔

اُم المؤمنین سیدتنا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام گھر میں تشریف لائے، اور میں نے آپ کے چہرۂ اَنور سے اَندازہ لگالیا کہ ضرور کوئی اَہم بات پیش آئی ہے، پھر آپ وضو کر کے باہر تشریف لائے اور گھر میں کسی سے گفتگو نہیں فرمائی، اور باہر تشریف لا کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے خطاب فرمایا، جسے میں حجرہ کے دروازے کے قریب کھڑے ہو کر سن رہی تھی، آپ نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَقُوْلُ: مُرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهُوْا عَنِ الْمُنْكَرِ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَدْعُوْنِيْ فَلاَ أُجِيْبُكُمْ، وَتَسْأَلُوْنِيْ فَلاَ أُعْطِيْكُمْ، وَتَسْتَنْصُرُوْنِيْ فَلا أَنْصُرُكُمْ. (مسند أحمد رقم: ٢٥٢٥٥)

اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ اِرشاد فرماتے ہیں کہ اچھی باتوں کی تلقین اور برائیوں پر نکیر کرتے رہو، قبل اِس کے کہ تم مجھ سے دعا مانگو اور میں قبول نہ کروں، اور تم مجھ سے سوال کرو اور میں تمہیں عطا نہ کروں، اور تم مجھ سے مدد طلب کرو اور میں تمہاری مدد نہ کروں۔

اور سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اِرشاد فرماتے ہوئے سنا کہ:

إِنَّكُمْ مَنْصُوْرُوْنَ مُصِيْبُوْنَ وَمَفْتُوْحٌ لَكُمْ، وَمَنْ أَدْرَكَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ وَلْيَأْمُرَ

یقیناً تمہاری مدد ہوگی، تم مالِ غنیمت حاصل کروگے اور تمہیں فتوحات حاصل ہوں گی، اور تم میں سے جو اُس زمانہ کو پائے تو وہ اللہ سے

بِالْمَعْرُوْفِ وَلِيَنْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ، وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ. (سنن الترمذي / ابواب الفتن ٢٢٥٧)

ڈرے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا رہے، اور جو شخص قصداً میری طرف جھوٹی بات منسوب کرے گا، وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے گا۔

چناں چہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو ہر اچھی بات کی تعلیم دی اور ہر برائی سے بچنے کی تاکید فرمائی۔

آپ نے وحدانیت کا حکم دیا، جو دنیا کی سب سے بڑی سچائی ہے۔

آپ نے شرم وحیا اور عفت اور پاک دامنی کی تعلیم دی۔

آپ نے حسن معاشرت کی تاکید فرمائی۔

آپ نے اَمن واَمان کی فضا قائم کی۔

الغرض جتنی بھی اچھی باتیں ہوسکتی ہیں، اُن کو معاشرہ میں رائج کرنے کی آپ نے تحریک چلائی۔ اور دوسری طرف آپ نے ہر برائی سے اُمت کو بچنے کی تاکید فرمائی۔

فواحش پر روک

بالخصوص آپ نے بے حیائی، فواحش، ننگا پن اور اجنبی عورتوں اور مردوں کے ناجائز میل ملاپ سے منع فرمایا؛ کیوں کہ یہ دنیا کا سب سے بڑا فتنہ اور فساد ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا کہ ''مَیں نے اپنی اُمت میں مَردوں کے لئے (بدکار) عورتوں سے بڑا کوئی فتنہ نہیں چھوڑا''۔ (بخاری شریف، کتاب النکاح / باب ما یتقی من شوم المرأۃ حدیث: ۵۰۹۶)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس پر بندلگانے کی صرف زبانی ہی تعلیم نہیں دی؛ بلکہ اُس کو روکنے کے مستحکم اُصول اور قانون بنائے، مثلاً: کوئی عورت کسی اجنبی مرد کے ساتھ تنہائی اختیار نہ کرے، اکیلے سفر نہ کرے، بغیر محرم یا شوہر کے گھر سے باہر نہ نکلے وغیرہ۔ (بخاری شریف، کتاب الجہاد والسیر / باب من اکتتب فی جیش الخ حدیث: ۳۰۰۶)

عورتوں کے لئے پردہ کیوں ضروری ہے؟

بہت سے لوگ عورت کے لئے پردہ اور حجاب کے حکم پر اعتراض کرتے ہیں اور اسے عورت کے لئے ناانصافی سمجھتے ہیں؛ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ پردہ عورت کے لئے احترام اور عزت کا ذریعہ ہے، اور اُس کی عصمت کی حفاظت کا انتظام ہے۔

اِس لئے کہ جو چیز جتنی قیمتی ہوتی ہے اُتنا ہی اُسے چھپا کر رکھا جاتا ہے۔ اگر کسی کے پاس بہت گراں قدر ہیرا ہو تو اُسے سڑک پر نہیں ڈالا جائے گا؛ بلکہ اُسے مخمل کے ڈبے میں بند کر کے تالے میں رکھا جائے گا؛ کیوں کہ اگر اُسے کھول دیا جائے تو اُس کی آب و تاب میں فرق آ سکتا ہے، دُزدیدہ نگاہیں اُس پر پڑیں گی، تو اُس کا چوری کرنا آسان ہو جائے گا، پس جتنی زیادہ قیمتی چیز ہے اُتنی ہی اُس کی حفاظت کی جاتی ہے، اسلام کی نظر میں یہ عورت ذات بڑی قیمتی اور قابلِ احترام ہے، اِس کی حفاظت اِسی میں ہے کہ اِس پر کسی اجنبی کی نظر نہ پڑے۔

اِس کے برخلاف اگر بے پردگی اور عریانیت کی اِجازت دی جائے گی، تو نہ صرف یہ کہ عورت کی عزت پامال ہوگی؛ بلکہ پورا معاشرہ اَخلاقی اَنارکی میں مبتلا ہو جائے گا، اور پورا خاندانی نظام مخدوش ہو جائے گا، اور خوش گوار گھریلو زندگی ناپید ہو جائے گی؛ جیسا کہ اِباحیت پسند معاشرہ کا حال ہے، نعوذ باللہ منہ۔

شراب نوشی پر نکیر

اِسی طرح آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہی عن المنکر کی ذمہ داری انجام دیتے ہوئے شراب اور منشیات سے بچنے کی سخت تاکید فرمائی۔ آپ نے صرف شراب پینے ہی کو حرام نہیں کہا؛ بلکہ اس کے پھیلانے میں جو لوگ بھی کسی طرح حصہ لیں، ان سب کے بارے میں لعنت فرمائی ہے؛ چناں چہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ: ''میرے پاس حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے، اور یہ فرمایا:

يَا مُحَمَّدُ! إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَعَنَ الْخَمْرَ وَعَاصِرَهَا وَمُعْتَصِرَهَا وَشَارِبَهَا وَحَامِلَهَا وَالْمَحْمُولَةَ إِلَيْهِ وَبَائِعَهَا وَمُبْتَاعَهَا وَسَاقِيَهَا وَمُسْتَقِيَهَا. (رواه أحمد / مسند عبد اللّٰه بن العباس رقم: ۲۸۹۷)

اے محمد! بے شک اللہ تعالیٰ نے شراب پر، اس کے بنانے والے پر، اس کو بنوانے والے پر اور اس کے پینے والے، اور اسے اٹھانے والے اور جس کے پاس اسے اٹھا کر لے جایا گیا ہو، اور اس کے بیچنے والے پر، اور اس کے خریدار پر اور اس کے پلانے والے اور پینے والے پر لعنت اور پھٹکار فرمائی ہے۔

اِسلام برائی کو مٹانے میں صرف نعرے بازی اور ظاہری شور شرابے پر بھروسہ نہیں رکھتا؛ بلکہ وہ برائی کو جڑ سے مٹانے پر یقین رکھتا ہے، چناں چہ شراب اور منشیات کے بارے میں بھی اس کا یہی کردار روشن ہے کہ اسلام کی نظر میں شراب کشید کرنا یا شراب کی فیکٹریاں بنانا یا اس کی خرید و فروخت کرنا سب ممنوع اور قابل تعزیر جرم ہے۔ اسلام اس منافقت کو کبھی برداشت نہیں کرسکتا کہ ایک طرف با قاعدہ شراب بنانے اور فروخت کرنے کے لائسنس دیے جائیں اور دوسری طرف شراب کی بوتلوں پر نشہ کے نقصان دہ ہونے کی تنبیہ لکھ دی جائے، یا اخبارات میں اس کے خلاف اشتہارات چھاپ دیے جائیں، اس طریقہ سے کبھی منشیات کا رواج ختم نہیں ہوسکتا؛ بلکہ یہ کھلا ہوا مذاق ہے جس کی جس قدر بھی مذمت کی جائے کم ہے۔

اسلام کی نظر میں شراب کتنی قابل نفرت چیز ہے، اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسے دسترخوان پر بھی بیٹھنے سے منع فرمایا ہے جہاں شراب کا دور چل رہا ہو؛ چناں چہ اَمیر المؤمنین سیدنا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ

اے لوگو! میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو اس پر لازم ہے کہ وہ

فَلاَ یَقْعُدَنَّ عَلٰی مَائِدَةٍ یُدَارُ عَلَیْهَا الْخَمْرُ. (مسند أحمد ۱۲۵/۱)	ایسے دسترخوان پر نہ بیٹھے جہاں شراب کا دور چل رہا ہو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو ایسی تقریبات حتی کہ ایسے ہوٹلوں میں بھی جانے سے احتراز کرنا چاہئے جہاں برسرِعام شراب پلائی جاتی ہو۔

شراب کو حلال سمجھنے والوں کو بندر اور خنزیر بنا دیا جائے گا

بخاری شریف میں حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

لَیَکُوْنَنَّ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ یَسْتَحِلُّوْنَ الْحَرَّ وَالْحَرِیْرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ، وَلَیَنْزِلَنَّ أَقْوَامٌ إِلٰی جَنْبِ عَلَمٍ یَرُوْحُ عَلَیْهِمْ بِسَارِحَةٍ لَهُمْ، یَأْتِیْهِمْ یَعْنِي الْفَقِیْرَ لِحَاجَةٍ، فَیَقُوْلُ: ارْجِعْ إِلَیْنَا غَداً، فَیُبَیِّتُهُمُ اللّٰهُ وَیَضَعُ الْعَلَمَ وَیَمْسَخُ آخَرِیْنَ قِرَدَةً وَخَنَازِیْرَ إِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ. (بخاری شریف ۸۳۷/۲ حدیث: ۵۵۹۰، جامع المهلکات ۲۷۰۷)	یقیناً میری اُمت میں کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو زنا، ریشمی کپڑے، شراب اور گانے باجے کے آلات کو جائز سمجھیں گے، (اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو راتوں رات ہلاک کردیں گے) اور کچھ لوگ ایک اونچے پہاڑ کے دامن میں پڑاؤ کریں گے، جہاں چرواہے ان کے جانوروں کو چرائیں گے، تو ایک فقیر شخص اپنی ضرورت کے لئے ان کے پاس مانگنے کے واسطے آئے گا، تو وہ یہ کہہ دیں گے کہ آج نہیں کل آنا (یعنی بلاوجہ اسے ٹال دیں گے) تو اُسی رات اللہ تعالیٰ اُنہیں ہلاک فرمادیں گے اور وہ پہاڑ ان پر گرادیں گے، اور جو باقی رہ جائیں گے، اُن کو قیامت تک کے لئے بندر اور خنزیر بنادیں گے۔

اس صحیح روایت میں دیگر گناہوں کے ساتھ شراب کا بھی ذکر موجود ہے، اس لئے خاص طور

پر جولوگ کسی تاویل سے شراب کو جائز قرار دیتے ہیں ان کے لئے سخت تنبیہ ہے۔

اَفسوس ہے کہ آج کل معاشرہ میں ''شراب نوشی'' اور نشہ عام ہوتا جا رہا ہے۔اَب یہ گناہ اتنا عام ہے گویا وہ معیوب ہی نہیں رہا؛ بلکہ فیشن بن گیا ہے۔

دوسروں کی بات ہم کیا کریں،ہمیں تو اپنوں سے شکوہ ہے کہ آج سے ۱۰،۲۰/سال پہلے تک یہ ماحول تھا کہ اگر محلے میں کوئی آدمی -نعوذ باللہ- شرابی ہے،تو محلے کے لوگ اُس سے ملتے ہوئے اور پاس بیٹھتے ہوئے کتراتے تھے؛لیکن آج مسلمانوں کے محلوں میں ردی چننے والا آدمی آواز لگاتا ہے،تو اُس کے ٹھیلے پر شراب کی خالی بوتلیں نظر آتی ہیں؛ حالاں کہ شراب اُمُّ الخبائث ہے، جو تمام برائیوں کی جڑ اور تمام منکرات کی بنیاد ہے،جس کی وجہ سے آدمی کی عقل ماؤف ہوجاتی ہے،اور وہ انسان ہوکر جانوروں سے بھی بدتر ہوجاتا ہے،شراب کے نشے میں مدہوش ہوکر اُسے پانی اور پیشاب میں،بہن میں اور بیوی میں،گھر میں اور سڑک میں اور اپنے میں یا غیر میں کوئی امتیاز نہیں رہتا،اس کے متعلق پیغمبر علیہ السلام نے سخت ترین وعید ارشاد فرمائی ہے کہ ''جو آدمی دنیا میں شراب پیے اور وہ بغیر توبہ کے مرجائے تو اُس کو قیامت میں 'طینۃ الخبال' پلایا جائے گا''۔پوچھا گیا کہ یہ کیا چیز ہے؟ فرمایا کہ جہنمیوں کے زخموں سے جو بدبودار پیپ اور مواد نکلے گا وہ اِس شرابی کو پلایا جائے گا۔(صحیح مسلم،کتاب الاشربۃ/ بیان ان کل مسکر خمر رقم:۲۰۰۲)

اِس لئے اِس منحوس اور موجب لعنت گناہ کو معاشرہ سے مٹانے پر مسلسل محنت کی ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ پوری اُمت کو اِس بدترین گناہ سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔

پاکیزہ چیزوں کی حلت

(۵) پھر آپ علیہ السلام کی ایک صفت یہ بیان ہوئی کہ: ﴿وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتُ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ﴾ یعنی وہ پیغمبر علیہ السلام پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتے ہیں،اور خبیث چیزوں کو اللہ کے حکم سے حرام کرتے ہیں۔یعنی نبی اکرم علیہ السلام کی تعلیمات کا ایک اہم حصہ یہ ہے کہ دنیا میں جو چیزیں صاف ستھری اور پاکیزہ ہیں،اُنہیں حلال قرار دیا جائے اور جن چیزوں

میں ظاہری اور معنوی اعتبار سے خبث پایا جائے اُن کے حرام ہونے کا اعلان کیا جائے؛ اِس لئے کہ آدمی جس طرح کی غذا اِستعمال کرتا ہے، اور جن جانوروں کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے، ویسے ہی اچھے اور برے اَثرات اُس کی طبعیت پر رونما ہوتے ہیں۔ بریں بنا اِسلام نے حلال اور طیب مال اور پاکیزہ غذائیں اِستعمال کرنے کی تاکید کی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے:

يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ، قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ. (المائدة، جزء آيت: ٤)

(اے پیغمبرؐ) یہ لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ اُن کے لئے کیا حلال ہے؟ تو آپ اُن سے فرما دیجئے کہ تمہارے لئے پاکیزہ چیزیں حلال کی گئی ہیں۔

اور سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا کہ ''اے لوگو! اللہ تبارک وتعالیٰ طیب اور پاک ہیں، اور وہ صرف طیب ہی کو قبول فرماتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے اِیمان والوں کو بھی اُسی بات کا حکم دیا ہے جس کا پیغمبروں کو حکم دیا ہے، پھر یہ آیت تلاوت فرمائی:

يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا، اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ. (المؤمنون: ٥١)

اے پیغمبرو! تم صاف ستھری چیزیں کھاؤ، اور نیک اَعمال کرو، بے شک میں تمہارے کاموں کو جانتا ہوں۔

اور یہ آیت بھی تلاوت فرمائی:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ. (البقرة: ١٧٢)

اے اِیمان والو! ہم نے تمہیں جو روزی عطا کی ہے اُس میں سے عمدہ چیزیں کھایا کرو، اور اللہ کا شکر بجالاؤ اگر تم اُس کی بندگی کرتے ہو۔

اُس کے بعد یہ اِرشاد فرمایا کہ ''آدمی لمبا سفر کرکے آتا ہے، پراگندہ حال ہوتا ہے، گرد

وغبار میں اَٹا ہوا ہوتا ہے (یعنی بظاہر قابل رحم حالت ہوتی ہے) لیکن اُس کا کھانا، پینا، لباس اور غذا سب حرام سے ہوتی ہے، پھر وہ آسمان کی طرف دونوں ہاتھ اُٹھا کر ''یارب! یارب'' کہہ کر دعا کرتا ہے؛ مگر اُس کی فریاد کیسے سنی جائے گی؟'' (گویا کہ حرام میں اِشتغال کی وجہ سے وہ راندۂ درگاہ قرار پاتا ہے، نعوذ باللہ من ذلک)۔ (صحیح مسلم/ کتاب الزکوٰۃ حدیث: ۱۰۱۵، تفسیر ابن کثیر مکمل ص: ۹۱۴ دار السلام ریاض)

نیز ایک موقع پر اللہ تعالیٰ نے اِرشاد فرمایا:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ. وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَیِّبًا وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ. (المائدۃ: ۸۷-۸۸)

اے اِیمان والو! مت حرام قرار دو اُن پاکیزہ چیزوں کو جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے حلال کیا ہے، اور حد سے آگے مت بڑھو، بے شک اللہ تعالیٰ کو حد سے تجاوز کرنے والے لوگ پسند نہیں آتے ہیں۔ اور کھاؤ اُن چیزوں کو جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں روزی کے طور پر حلال اور طیب عطا فرمائی ہیں، اور ڈرو اللہ سے جس پر تم یقین رکھنے والے ہو۔

مذکورہ آیاتِ کریمہ میں ''طیبات'' سے مراد سبھی حلال چیزیں ہیں، جن میں مذبوحہ جانور، پھل فروٹ، غلہ جات اور شرعی حدود میں رہ کر کمایا جانے والا مال شامل ہے۔

خبائث کی حرمت

اِس کے برخلاف شریعت میں حرام مال، نجس غذا اور خبیث عادات والے جانوروں کا استعمال حرام قرار دیا گیا ہے؛ چناں چہ:

الف:- مردار جانور حرام قرار دیا گیا۔

اور شریعت میں جانور یا تو اِس وجہ سے مردار ہوتا ہے کہ اُس سے بہنے والا خون (دم مسفوح) خارج نہیں ہوتا، جس کی وجہ سے پورا گوشت زہریلا اور نقصان دہ ہوجاتا ہے، جیسے خود بخود مرنے والا یا جھٹکے کا جانور وغیرہ۔ اور یا وہ جانور مردار کہلاتا ہے جسے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور

نام پر ذبح کیا جائے، تو اُس میں معنوی طور پر خباثت آ جاتی ہے، اِس لئے اُس پر حرمت کا اطلاق ہوتا ہے، وغیرہ۔

ب:- بہتا ہوا خون حرام قرار دیا گیا۔

اور یہ بات جدید تحقیق سے بھی ثابت ہے کہ جانور سے نکلنے والا بہتا ہوا خون اِنسانی صحت کے لئے انتہائی مضر اور خطرناک ہے۔ نیز وہ نجس اور ناپاک بھی ہے، اِس لئے بجا طور پر اُس سے دور رہنے کی تلقین کی گئی۔

ج:- خنزیر کو نجس العین اور حرام قرار دیا گیا۔

اِس لئے کہ یہ جانور دنیا کے تمام جانوروں میں سب سے زیادہ غلیظ الطبع اور شرم ناک حرکتوں کا مرتکب ہے۔ اِس کی سب سے مرغوب غذا مردار اور گندگی ہے؛ حتیٰ کہ یہ اپنے فضلات بھی کھا جاتا ہے۔ جدید سائنسی تحقیق کے مطابق خنزیر کے جسم میں دیگر جانوروں کے مقابلے میں ۳۰ رفیصد زائد زہریلے جراثیم پائے جاتے ہیں۔ یہ بدترین جانور شہوانیت میں بھی اپنی مثال آپ ہے، غیر محدود جنسی لذت اندوزی اِس کا محبوب مشغلہ ہے۔ (تلخیص: جرمن فوڈ اسٹینڈرڈ سپروائزری بورڈ)

دنیا کا تجربہ ہے کہ جو قومیں ''خنزیر خور'' ہیں، اُن میں جسمانی اور اَخلاقی طور پر خنزیر جیسی ہی صفات پیدا ہو جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خنزیر کو حرام اور نجس العین قرار دے کر بلاشبہ اہل اِیمان اور اِنسانیت پر بڑا احسان فرمایا ہے۔

د:- درندوں مثلاً: شیر، چیتا، کتا، سانپ اور بچھو وغیرہ کو حرام قرار دیا گیا۔

اِس سلسلے میں حضرت الاستاذ مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری نور اللہ مرقدہٗ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ''رحمۃ اللہ الواسعۃ'' شرح ''حجۃ اللہ البالغۃ'' میں لکھتے ہیں کہ:

خنزیر کے بعد حرمت میں اُن جانوروں کا نمبر آتا ہے جو بداَخلاق ہیں۔ وہ ایسے اخلاق پر پیدا کئے گئے ہیں، جو اِنسان سے مطلوب اَخلاق کے برخلاف ہیں، اور وہ اُن کی فطرت کا ایسا

لازمہ بن گئے ہیں کہ وہ بداَخلاقی کرنے پر مجبور ہیں۔ وہ حیوانات اُن برے اَخلاق میں ضرب المثل ہیں، اور سلیم الفطرت لوگ اُن جانوروں کو برا سمجھتے ہیں، وہ اُن کے کھانے کے رَوادار نہیں، بجز چند لوگوں کے جو قابل اعتماد نہیں۔

اور وہ جانور جن میں یہ اَخلاقی بگاڑ پوری طرح پایا جاتا ہے، اور خوب نمایاں ہے، اور عرب وعجم کے سبھی لوگ اِس کو تسلیم کرتے ہیں، وہ پانچ قسم کے جانور ہیں:

(۱) درندے:- جن کی فطرت میں پنجوں سے چھیلنا، زخمی کرنا اور حملہ کرنا ہے، اور جن میں سخت دلی پائی جاتی ہے۔ حدیث میں ہے: ''ہر کچلی دار درندے کا کھانا حرام ہے''۔ (مشکوٰۃ شریف حدیث: ۴۱۰۴)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بجّو کے بارے میں دریافت کیا گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا بجّو کو بھی کوئی کھاتا ہے؟'' اور بھیڑیے کے بارے میں دریافت کیا گیا، تو فرمایا: ''کیا بھیڑیے کا بھی کوئی بھلا مانس کھاتا ہے''۔ (مشکوٰۃ شریف، کتاب المناسک/ باب المحرم یجتنب الصید حدیث: ۲۷۰۵)

(۲) وہ حیوانات جن کی طبعیت میں لوگوں کو ستانا، تکلیف پہنچانا، اُن سے جھپٹ کر کوئی چیز لے لینا، اُن پر ٹوٹ پڑنے کے لئے موقع کا منتظر رہنا، اور اِس معاملے میں شیاطین کا اِلہام قبول کرنے کا مادّہ ہے، جیسے: کوا، چیل، چھپکلی، مکھی، سانپ اور بچھو وغیرہ۔

(۳) وہ حیوانات جن کی فطرت میں ذلت وحقارت اور گڑھوں میں چھپا رہنا ہے، جیسے: چوہا اور دیگر حشرات الارض (کیڑے مکوڑے)

(۴) وہ حیوانات جو نجاستوں اور ناپاکیوں میں زندگی بسر کرتے ہیں، یا مردار کے ساتھ لگے رہتے ہیں، اور وہی کھاتے ہیں؛ یہاں تک کہ اُن کے جسم بدبو سے بھر گئے ہیں۔

(۵) گدھا: یہ جانور حماقت وذلت میں ضرب المثل ہے۔ کوئی بے وقوفی کا کام کرتا ہے تو اُس کو گدھے کا خطاب ملتا ہے۔ اور عرب کے سلیم الفطرت لوگ اِسلام سے پہلے بھی اِس کو حرام قرار

دیتے تھے، اور گدھا شیطان کے مشابہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: ''جب تم گدھے کا رینکنا سنو تو شیطان سے اللہ کی پناہ چاہو؛ کیوں کہ اُس نے یقیناً کسی شیطان کو دیکھا ہے''۔ (مشکوۃ شریف حدیث: ۴۳۰۲)

اور سب حیوانات میں حرمت کی مشترک وجہ وہ ہے جس پر اَطباء کا اتفاق ہے کہ یہ سب حیوانات نوعِ اِنسانی کے مزاج کے برخلاف ہیں، اور اَز روئے طب اِن کا کھانا جائز نہیں۔ (رحمۃ اللہ الواسعۃ ۵/۴۴۰-۴۴۵ مکتبہ حجاز دیوبند)

ہ:- شراب اور منشیات پر سخت پابندی لگائی گئی؛ کیوں کہ یہ چیزیں اُم الخبائث میں داخل ہیں، اور بے شمار خرابیوں کا سبب ہیں، اِسی لئے اِسلام میں شراب پینے پر نہ صرف یہ کہ آخرت کی سخت وعیدیں سنائی گئی ہیں؛ بلکہ دنیا میں بھی اِس پر قابل عبرت سزا مقرر ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا اِرشاد ہے:

يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ. اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطَانُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُنْتَهُوْنَ. (المائدۃ: ۹۰-۹۱)

اے ایمان والو! یہ شراب، جوا اور بت اور (سٹہ کے) تیر یہ سب شیطان کے گندے کام ہیں، تم ان سے بچتے رہو؛ تا کہ نجات پاؤ، شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ تمہارے درمیان شراب اور جوئے کے ذریعہ دشمنی اور بغض ڈال دے اور تم کو اللہ کی یاد سے اور نماز سے روک دے، سو اب بھی تم باز آؤ گے۔

یہاں یہ بات خاص طور پر ملحوظ رہنی چاہئے کہ قرآنِ کریم میں ''خمر'' (شراب) کو ''رجس'' یعنی پلیدگی سے تعبیر کیا ہے، جو منشیات سے سخت ناپسندیدگی کی طرف اِشارہ ہے۔

اور اِس میں کوئی شک نہیں کہ شراب اور نشہ کی عادت اِنسانی صحت کے لئے سخت نقصان دہ

ہے۔طبی تحقیقات کے مطابق شراب پینے سے اِنسان کی رگیں اور پٹھے ڈھیلے پڑ جاتے ہیں، دماغ کی شرائین شدید طور پر متأثر ہوتی ہیں، جسم میں فالج کا خطرہ بڑھ جاتا ہے، جگر سکڑ جاتا ہے، کینسر کے جراثیم پنپنے لگتے ہیں، نظامِ ہضم جواب دے جاتا ہے اور بہت جلد آدمی موت کے منہ میں چلا جاتا ہے، اِس لئے اِسلام نے نشہ کی ہر صورت کو ممنوع قرار دیا ہے۔ اور اُخروی اعتبار سے بھی سخت ترین وعیدیں سنائی ہیں۔

بلاشبہ یہ سب اَحکامات فطرتِ اِنسانی کی بھلائی کے لئے جاری کئے گئے ہیں، جن میں اِنسانیت کی فلاح و بہبود پیشِ نظر ہے؛ تاکہ ہر طرح کے ظاہری اور باطنی خبیث اَثرات سے اِنسان محفوظ رہے۔

آسان شریعت

(٦) پھر آپ کی یہ صفت بیان ہوئی کہ: ﴿وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ﴾ یعنی حضور اکرم علیہ السلام کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ جو سخت احکامات پُرانی اُمتوں کو دئے گئے تھے، آپ نے اُن کو ختم فرما دیا۔ مثلاً: پاکی حاصل کرنے کے لئے کپڑے کو کاٹ دینا یا کھال کو چھیل دینا یا صدقہ کی قبولیت کے لئے آسمان سے آگ آ کر اُسے جلا دینا وغیرہ۔ یا اُن کی نافرمانیوں کے سبب اُن پر بعض چیزیں حرام کر دی گئی تھیں؛ جیسا کہ اِرشادِ خداوندی ہے:

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَا اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَا اَوِ الْحَوَايَا اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ. (الأنعام: ١٤٦)

اور یہود پر ہم نے حرام کیا تھا ہر ناخون والا جانور (جس کی اُنگلیاں پھٹی نہ ہوں جیسے: اُونٹ، شتر مرغ، بطخ، مرغ وغیرہ) اور گائے بکری میں سے اُن کی چربی حرام کی تھی، الا یہ کہ جو اُن کی پشت پر یا انتڑیوں پر لگی ہو، یا وہ چربی جو ہڈی کے ساتھ ملی ہو (وہ حرام نہ تھی) یہ ہم نے اُن کو سزا دی تھی اُن کی شرارت پر، اور ہم سچ کہتے ہیں۔

تو حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آ کر اُن سب پابندیوں کو ختم فرما دیا۔ اور اُمت کے سامنے بہت آسان دین پیش فرمایا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ''کون سا دین اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہے؟'' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: ''**اَلْحَنِيْفِيَّةُ السَّمْحَةُ**'' (یعنی سیدھا اور آسان) (مسند احمد/عن ابن عباس رقم: ۲۱۰۷، صحیح البخاری تعلیقاً / باب: الدین یسر)

گویا کہ گذشتہ دینوں کے مقابلے میں دین اِسلام اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے، جو ملت ابراہیمی پر مشتمل ہے، اور نسبۃً آسان ہے۔

چناں چہ ایک روایت میں پیغمبر علیہ السلام نے اِرشاد فرمایا: ''**إِنَّ خَيْرَ دِيْنِكُمْ أَيْسَرُهُ، إِنَّ خَيْرَ دِيْنِكُمْ أَيْسَرُهُ**''. (مسند أحمد رقم: ١٥٩٣٦) (یعنی سب سے اچھا دین وہ ہے جو سب سے آسان ہے) یہ جملہ آپ نے دو مرتبہ ارشاد فرمایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اُمراء اور ذمہ داروں کو یہ تاکید فرماتے تھے کہ لوگوں کے ساتھ سختی اور تنگی کا معاملہ نہ کریں؛ بلکہ جہاں تک ممکن ہو، آسانی اور سہولت کا معاملہ کریں۔

چناں چہ آپ نے سیدنا حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور سیدنا حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن روانہ کرتے وقت یہ نصیحت فرمائی کہ:

بَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا، وَيَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا، وَتَطَاوَعَا وَلَا تَخْتَلِفَا. (تفسير ابن كثير مكمل ص: ٥٤٧ دار السلام رياض)

لوگوں کو خوش خبریاں سناؤ اور اُنہیں دین سے متنفر مت کرو، اور سہولتیں پیدا کرو اور تنگی سے پیش مت آؤ، اور آپس میں اتفاق رکھو اور اختلاف مت کرو۔

نیز نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اِرشاد ہے:

إِنَّ اللّٰهَ قَدْ تَجَاوَزَ عَنْ أُمَّتِيْ الْخَطَأَ وَالنِّسْيَانَ، وَمَا اسْتُكْرِهُوْا عَلَيْهِ. (سنن ابن ماجة، كتاب الطلاق رقم: ٢٠٤٣)

اللہ تعالیٰ نے میری اُمت سے بھول چوک معاف فرما دی ہے، اور جس چیز پر مجبور کر دیا جائے اُس کا (آخرت میں) گناہ بھی معاف ہے۔

علاوہ اَزیں اُمت محمدیہ پر ایک بڑا اِنعام یہ فرمایا کہ دل میں اَزخود پیدا شدہ خیالات اور باتوں پر کسی طرح کا مؤاخذہ نہ ہونے کا اعلان کر دیا گیا؛ چناں چہ اِرشادِ نبوی ہے:

إِنَّ اللّٰهَ تَجَاوَزَ عَنْ أُمَّتِي مَا حَدَّثَتْ بِهٖ أَنْفُسَهَا مَا لَمْ تَعْمَلْ أَوْ تَتَكَلَّمْ. (صحيح البخاري / كتاب الطلاق رقم: ٥٢٦٩)

اللہ تعالیٰ نے میری اُمت سے اُن باتوں کو درگذر فرمادیا ہے جو اُن کے دلوں میں آتی ہیں؛ تا آں کہ اُن پر عمل ہو یا زبان سے اِظہار ہو۔

نیز ایک حدیث میں ہے کہ ”اللہ تعالیٰ نے اِس اُمت پر یہ احسان فرمایا کہ جو شخص کسی نیکی کا محض اِرادہ کرتا ہے کہ اگرچہ اُس پر عمل نہ کرے، پھر اللہ تعالیٰ اُسے ایک کامل نیکی کا اجر عطا فرماتے ہیں۔ اور اگر اِرادے کے بعد اُسے عمل میں بھی لے آئے تو اُس کے لئے دس گنا سے سات سو گنا؛ بلکہ اور زیادہ مقدار میں ثواب سے نوازتے ہیں۔

اِس کے برخلاف جو شخص کسی برائی کا اِرادہ کرے؛ لیکن اُس پر عمل نہ کرے اور اُس سے باز آجائے، تو اِس پر بھی اُس کے نامہ اعمال میں ایک کامل نیکی لکھ دی جاتی ہے، اور اگر برائی پر عمل کرلے تو صرف ایک برائی ہی لکھی جاتی ہے“۔ (بخاری شریف/کتاب الرقاق حدیث:٦٤٩١)

اِسی بنا پر سورۂ بقرہ کے اخیر میں یہ دعائیں تلقین کی گئی ہیں:

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَسِيْنَا اَوْ اَخْطَأْنَا، رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا، رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ، وَاعْفُ عَنَّا، وَاغْفِرْ لَنَا، وَارْحَمْنَا، اَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ. (البقرة: ٢٨٦)

اے ہمارے رب! ہماری بھول چوک پر ہم سے مؤاخذہ مت فرمایئے۔ اے ہمارے رب! ہم پر ایسا بوجھ مت ڈالئے جیسا کہ آپ نے ہم سے پہلی اُمتوں پر ڈالا ہے۔ اے ہمارے رب! ہمیں اُن باتوں کا مکلّف مت بنایئے جو ہمارے بس سے باہر ہوں۔ اور ہمیں معاف کردیجئے، اور ہماری مغفرت فرمادیجئے، اور ہم پر رحم فرمایئے، آپ ہی ہمارے مولیٰ ہیں، پس کافر قوم کے مقابلے میں ہماری مدد فرمایئے۔

اَحادیثِ شریفہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب دعائیں اُمت کے حق میں قبول ہوچکی ہیں۔

بریں بنا اِس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ اِسلام میں ثابت شدہ کوئی بھی حکم ہماری طاقت سے باہر نہیں ہے؛ بلکہ اُس پر عمل کرنا آسان ہے؛ البتہ ہمت اور عزم ضروری ہے؛ لہٰذا جو یہ کہے کہ میرے لئے دین پر چلنا مشکل ہورہا ہے وہ اپنے ارادے پر غور کرے، دراصل ارادے اور عزم میں کمی ہوتی ہے؛ اِسی لئے دین مشکل معلوم ہوتا ہے، اگر عزم کرلیا جائے تو بڑے سے بڑا عمل مشکل نہیں رہتا۔

چناں چہ اللہ تعالیٰ نے اِرشاد فرمایا:

هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ، مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْمَ. (الحج، جزء آیت: ۷۸)

اُس نے تمہیں منتخب کرلیا ہے، اور اُس نے تم پر دین کے احکام میں کسی قسم کی تنگی نہیں رکھی، تمہارے جدِ اَمجد ابراہیم علیہ السلام کی ملت پر قائم فرمایا ہے۔

اِس کی تشریح کرتے ہوئے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی نوراللہ مرقدہٗ اپنی شہرۂ آفاق تفسیر ''معارف القرآن'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''دین میں تنگی نہ ہونے کا مطلب بعض حضرات نے یہ بیان فرمایا کہ اِس دین میں ایسا کوئی گناہ نہیں ہے جو توبہ سے معاف نہ ہوسکے، اور عذابِ آخرت سے خلاصی کی کوئی صورت نہ نکلے۔ بخلاف پچھلی اُمتوں کے کہ اُن میں بعض گناہ ایسے بھی تھے جو توبہ کرنے سے بھی معاف نہ ہوتے تھے''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ''تنگی سے مراد وہ سخت اور شدید احکام ہیں جو بنی اسرائیل پر عائد کئے گئے تھے، جن کو قرآن میں ''اصر'' اور ''اغلال'' سے تعبیر کیا گیا ہے، اِس اُمت پر ایسا کوئی حکم فرض نہیں کیا گیا''۔

بعض حضرات نے فرمایا کہ ''تنگی سے مراد وہ تنگی ہے جس کو اِنسان برداشت نہ کرسکے، اِس

دین کے اَحکام میں کوئی حکم ایسا نہیں جو فی نفسہٖ نا قابل برداشت ہو، باقی رہی تھوڑی بہت محنت ومشقت تو وہ دنیا کے ہر کام میں ہوتی ہے، تعلیم حاصل کرنے پھر ملازمت، تجارت وصنعت میں کیسی کیسی محنتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں؛ مگر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ کام بڑے سخت وشدید ہیں، ماحول کے غلط اور مخالف ہونے، یا ملک وشہر میں اُس کا رواج نہ ہونے کے سبب جو کسی عمل میں دشواری پیش آئے، وہ عمل کی تنگی اور تشدد نہیں کہلائے گی؛ بلکہ کرنے والوں کو اِس لئے بھاری معلوم ہوتی ہے کہ ماحول میں کوئی اُس کا ساتھ دینے والا نہیں، جس ملک میں روٹی کھانے پکانے کی عادت نہ ہو، وہاں روٹی حاصل کرنا کس قدر دشوار ہوجاتا ہے، وہ سب جانتے ہیں؛ مگر اُس کے باوجود یہ نہیں کہا جاسکتا کہ روٹی پکانا بڑا سخت کام ہے۔

اور حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے ''تفسیر مظہری'' میں فرمایا کہ ''دین میں تنگی نہ ہونے کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اِس اُمت کو ساری اُمتوں میں سے اپنے لئے منتخب فرمالیا ہے، اُس کی برکت سے اِس اُمت کے لوگوں کو دین کی راہ میں بڑی سے بڑی مشقت اُٹھانا بھی آسان بلکہ لذیذ ہوجاتا ہے، محنت سے راحت ملنے لگتی ہے، خصوصاً جب دل میں حلاوتِ ایمان پیدا ہوجائے تو سارے بھاری کام بھی ہلکے پھلکے محسوس ہونے لگتے ہیں۔

حدیث صحیح میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا: ''**جُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ**''. (سنن النسائي / كتاب عشرة النساء: ٣٤٠) یعنی نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک کردی گئی ہے''۔ (رواہ احمد والنسائی والحاکم وصحہ، تفسیر معارف القرآن ۲۸۹/۶-۲۹۰ مکتبہ معارف القرآن کراچی)

حقوق المصطفیٰ ﷺ

گذشتہ صفحات میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چند ممتاز صفات بیان کی جاچکی ہیں۔ اَب آگے اُن لوگوں کو بشارت سنائی جارہی ہے جو پیغمبر علیہ السلام کی رسالت پر اِیمان لائے ہیں، اور اُن کے دل آپ ﷺ کی عظمت ومحبت سے معمور ہیں، جس کا اظہار زبانی اور عملی طور پر آپ کی

عزت وتوقیر اور مصاحبت سے ہوتا ہے، نیز جب بھی موقع پڑتا ہے تو اہلِ اِیمان آپ کی اور آپ کے دین کی نصرت میں کوئی کوتاہی نہیں کرتے ، اور قرآنِ پاک اور آپ کی ہدایات کی مکمل پیروی کرتے ہیں، تو ایسے لوگ یقیناً کامیاب اور فلاح یاب ہیں؛ چناں چہ اِرشاد فرمایا گیا:

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ. (الأعراف: ۱۵۷)	پس جو لوگ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اِیمان لائے اور آپ کی رفاقت کی اور نصرت کی اور اُس نور (وحی) کی پیروی کی جو آپ کے ساتھ اُترا ہے، وہی لوگ اپنی مراد کو پہنچنے والے ہیں۔

علماء لکھتے ہیں کہ اُمت پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خاص طور پر پانچ حقوق لازم ہوتے ہیں:

(۱) آپؐ پر کامل اِیمان لانا (۲) آپؐ کی سنتوں کا اتباع کرنا (۳) آپؐ سے محبت کو لازم سمجھنا (۴) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حد درجہ تعظیم وتکریم اور نصرت کرنا (۵) آپؐ پر درود شریف کی کثرت کرنا۔

عالمی پیغمبر ﷺ

واضح رہنا چاہئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا سچا پیغمبر ماننا اور آپ کی رسالت پر اِیمان لانا صرف اہلِ اِیمان ہی پر نہیں؛ بلکہ ہر اِنسان پر لازم ہے، اِس کے بغیر آخرت میں نجات اور کامیابی کا کوئی امکان نہیں ہے؛ گویا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف کسی خاص قوم یا علاقہ کے رسول نہیں؛ بلکہ تمام عالم کے لئے ''اللہ کے رسول ہیں''، اِسی لئے اللہ تعالیٰ نے اِرشاد فرمایا:

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ، فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ	اے پیغمبر! آپ اعلان فرمادیجئے کہ میں تم سب کی طرف اُس اللہ کا رسول ہوں جس کی حکومت تمام آسمانوں اور زمین میں ہے، جس کے علاوہ کسی کی بندگی نہیں، وہی زندگی اور موت دینے

وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِـاللّٰـهِ وَكَلِـمَاتِهِ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ. (الأعراف: ۱۵۸)	والا ہے، پس اِیمان لاؤ اللہ پر اور اُس کے رسول نبی اُمیؐ پر جو کہ یقین رکھتا ہے اللہ پر اور اُس کے سب کلاموں پر اور اُسی کی پیروی کرو؛ تا کہ تم راہ پاؤ۔

اِس آیت مبارکہ میں مذکورہ اعلان کرتے وقت اللہ تبارک وتعالیٰ کے مالک الملک اور معبودِ حقیقی ہونے کا ذکر اِس بنا پر کیا گیا کہ یہ باور کرایا جائے کہ اللہ کا رسول بس وہی ہوسکتا ہے جس کی رسالت کا اعلان خود الٰہ العالمین کی طرف سے کیا جائے، ورنہ کوئی شخص اپنی طرف سے رسول نہیں بن سکتا۔

نیز ایک دوسری آیت میں فرمایا گیا:

وَمَآ اَرْسَلْـنٰـكَ اِلَّا كَـآفَّةً لِلنَّاسِ بَشِيْرًا وَنَذِيْرًا. (سبا: ۲۸)	ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام لوگوں کے لئے جنت کی بشارت سنانے والا اور جہنم کے عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

اور سورۂ فرقان کی ابتداء اِس آیت سے کی گئی:

تَبٰـرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْـدِهٖ لِيَـكُـوْنَ لِـلْـعَالَمِيْنَ نَذِيْرًا. (الفرقان: ۱)	وہ ذات بابرکت ہے جس نے اپنے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر ''الفرقان'' (قرآنِ مقدس) کو نازل فرمایا؛ تا کہ وہ سارے جہانوں کے لئے عذاب سے ڈرانے والا ہو۔

اور مذکورہ آیات کی تشریح فرماتے ہوئے خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اِرشاد فرمایا:

كَـانَ الـنَّبِـيُّ يُبْـعَـثُ إِلـىٰ قَوْمِـهٖ خَـاصَّةً، وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً. (صحيح البخاري / كتاب التيمم رقم: ۳۳۵)	پہلے نبی کسی خاص قوم کی طرف مبعوث کئے جاتے تھے؛ جب کہ مجھے تمام اِنسانوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت عامہ کا اَندازہ اِس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اگر کوئی سابقہ

پیغمبر بھی اِس دور میں تشرف لائیں، تو اُن پر بھی آپ کی شریعت کی اتباع لازم ہوگی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد ہے:

لَوْ كَانَ مُوْسىٰ حَيًّا لَمَا وَسِعَهُ إِلَّا اتِّبَاعِي. (مسند أحمد رقم: ١٤٥٦٥)

اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام باحیات ہوتے تو اُنہیں میری اتباع کے بغیر چارۂ کار نہ تھا۔

نیز صحیح اَحادیث شریفہ سے یہ بات ثابت ہے کہ سیدنا حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام قیامت کے قریب جب دنیا میں نازل ہوں گے (جو اِس وقت آسمانوں میں باحیات تشریف فرما ہیں) تو آپ شریعت محمد یہ ہی کی پیروی فرمائیں گے۔ (مسند احمد رقم: ۲۰۱۵۱)

پس یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ رسالتِ محمدی کے اقرار واعتراف کے بغیر محض وحدانیت پر یقین (جیسا کہ بہت سے مذاہب میں ہے) اللہ تعالیٰ کے عذاب سے آدمی کو نہیں بچا سکتا۔ اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے:

وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّا اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا. (الفتح: ۱۳)

اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول پر اِیمان نہ لائے، تو ہم نے منکروں کے لئے دہکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔

لہٰذا نجاتِ اُخروی کے لئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ساتھ رسول اللہ اور آپ کی لائی ہوئی شریعت پر اِیمان لانا ضروری ہے، اِس کے بغیر نجات کا کوئی تصور نہیں ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

یوں ہی جنت کا پتہ مل جائے ممکن ہی نہیں
راہِ سنت لازمی ہے راہِ جنت کے لئے

رسول کی اِطاعت؛ اللہ کی اِطاعت ہے

اور واقعہ یہ ہے کہ آدمی رسول اللہ کی اِطاعت کئے بغیر اللہ تعالیٰ کی اِطاعت کا حق بھی اَدا نہیں کر سکتا؛ کیوں کہ ہم تک اللہ تعالیٰ کی جو بھی ہدایات پہنچی ہیں، وہ رسول اللہ کے واسطے ہی سے

پہنچی ہیں، خواہ وہ وحی متلو (قرآنِ کریم) ہو یا وحی غیر متلو (اَحادیثِ شریفہ) ہوں، اِسی لئے قرآنِ کریم میں جابجا رسول اللہ کی اِطاعت کا باقاعدہ حکم دیا گیا ہے۔ ایک جگہ اِرشاد ہے:

مَـنْ يُطِعَ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ. (النساء، جزء آیت: ۸۰)

جس نے رسول کی اِطاعت کی پس اُس نے اللہ کا کہا مانا۔

ایک دوسرے موقع پر اِرشاد فرمایا گیا:

مَا اٰتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا. (الحشر، جزء آیت: ۷)

جو رسول تمہارے پاس لائے اُسے لے لو اور جس بات سے منع کرے اُس سے باز آ جاؤ۔

نیز اَحادیثِ شریفہ میں جابجا پیغمبر علیہ السلام کی اِطاعت کی تاکید کی گئی ہے۔ چند اَحادیث شریفہ ذیل میں درج ہیں:

- سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا:

مَـنْ أَطَاعَنِيْ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ، وَمَنْ عَـصَـانِيْ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ. (صحیح البخاري / کتاب الجهاد والسير رقم: ۲۹۵۷)

جس نے میری اِطاعت کی اُس نے اللہ کی اِطاعت کی، اور جس نے میری نافرمانی کی اُس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔

- ایک اور روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا:

كُـلُّ أُمَّتِيْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ، إِلَّا مَنْ أَبـىٰ، قَـالُـوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَمَنْ يَـأْبـىٰ؟ قَـالَ: مَـنْ أَطَـاعَنِيْ دَخَلَ الْـجَـنَّةَ وَمَـنْ عَـصَـانِيْ فَقَدْ أَبٰى. (صـحـيـح الـبـخـاري، كـتـاب الاعـتـصـام بـالـكـتـاب والسـنـة / بـاب الاقتداء بسنن رسول الله رقم: ۷۲۸۰)

میری سب اُمت کے لوگ جنت میں داخل ہوں گے، سوائے اُس شخص کے جو انکار کرے، تو صحابہ نے عرض کیا کہ "اللہ کے رسول! انکار کرنے والا کون ہے؟" تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ "جو میری اطاعت کرے گا وہ جنت میں جائے گا، اور جو میری نافرمانی کرے گا وہ منکر ہے"۔

○ نیز نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اِرشاد ہے:

إِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَاجْتَنِبُوهُ وَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِأَمْرٍ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ. (صحيح البخاري / كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة رقم: ٧٢٨٨)

جب میں تم کو کسی بات سے منع کروں تو اُس سے باز رہو، اور جب میں تمہیں کسی بات کا حکم دوں تو حتی الوسع اُس کو بجالاؤ۔

○ حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اِرشاد فرمایا:

أَلاَ! وَإِنِّي قَدْ أُوْتِيتُ الْكِتَابَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ، أَلاَ! يُوْشِكُ رَجُلٌ شَبْعَانٌ عَلٰى أَرِيْكَتِهٖ، يَقُوْلُ: عَلَيْكُمْ بِهٰذَا الْقُرْآنِ فَمَا وَجَدْتُّمْ فِيْهِ مِنْ حَلاَلٍ فَأَحِلُّوْهُ، وَمَا وَجَدْتُّمْ فِيْهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوْهُ الخ. (سنن أبي داؤد، كتاب السنة / باب في لزوم السنة رقم: ٤٦٠٤)

سن لو! مجھے کتاب اللہ کے ساتھ مزید اس جیسا علم عطا ہوا ہے، ہوشیار رہو! عنقریب ایک پیٹ بھرا شخص اپنے تخت پر بیٹھ کر یہ کہے گا کہ تم اِس قرآن کو لازم پکڑو! جو تم اِس میں حلال پاؤ بس اُسے حلال سمجھو، اور جو تم اِس میں حرام پاؤ بس اُسے ہی حرام جانو۔ (گویا ایسی بات کہنے والے کی مذمت کی جارہی ہے)

اِس روایت میں جو پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ: ''مجھے کتاب اللہ کے ساتھ مزید اس جیسا علم عطا ہوا ہے''، اِس کے دو معنی ہیں:

الف:- ایک یہ کہ مجھے غیر متلو وحی اتنی ہی مقدار میں عطا ہوئی ہے جتنی وحی متلو کتاب اللہ کی شکل میں ملی ہے۔

ب:- دوسرا مطلب یہ ہے کہ مجھے کتاب اللہ کی تشریح وتفسیر کا حق دیا گیا ہے جو کتاب اللہ ہی کے مانند واجب الاتباع ہے۔ (مقدمہ تفسیر قرطبی ۱؍۴۳)

○ سیدنا حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لاَ أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ مُتَّكِئًا عَلىٰ أَرِيْكَتِهِ يَأْتِيْهِ أَمْرٌ مِمَّا أَمَرْتُ بِهِ أَوْ نَهَيْتُ عَنْهُ فَيَقُوْلُ لاَ أَدْرِيْ مَا وَجَدْنَا فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ اتَّبَعْنَاهُ.
(سنن الترمذي / أبواب العلم رقم: ٢٦٦٣)

میں تم میں سے کسی کو اپنی مسہری پر ٹیک لگائے ہوئے نہ پاؤں، جس کے پاس میری طرف سے کوئی حکم یا ممانعت پہنچے، پھر وہ یہ کہے کہ میں نہیں جانتا، ہم تو صرف جو بات کتاب اللہ میں پائیں گے اُسی کی پیروی کریں گے

یعنی کسی کو یہ نہیں کہنا چاہئے کہ صرف قرآنِ کریم ہی واجب الاتباع ہے، اِس کے علاوہ کچھ نہیں؛ بلکہ جس طرح دین کی باتیں قرآنِ کریم سے ثابت ہوتی ہیں، اِسی طرح اَحادیث شریفہ سے بھی ثابت ہوتی ہیں، اور بلاشبہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی اللہ کے رسول ہونے کی حیثیت سے واجب التعمیل ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات وہدایات پر عمل کئے بغیر آدمی نجات نہیں پاسکتا۔

رسول اللہ ﷺ سے محبت

محبوب رب العالمین، سرورِ عالم، سیدنا ومولانا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنا اور آپ کی تعظیم وتوقیر دل میں بٹھانا ایمان کا جزوِ اعظم ہے، اس کے بغیر ایمان کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد ہے:

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَلَدِهِ وَوَالِدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ. (صحيح البخاري رقم: ٤٤، صحيح مسلم ٤٩/١)

تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میری ذات اس کی نظر میں اس کی اولاد، اس کے والدین اور تمام جہاں کے لوگوں سے زیادہ محبوب نہ بن جائے۔

صحیح روایت میں ہے کہ ایک موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے، تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ ''اے اللہ کے رسول! آپ کی ذاتِ عالی مجھے اپنی جان کے علاوہ ہر چیز سے زیادہ محبوب ہے''۔ یہ سن کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا کہ ''نہیں! اُس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، تم اُس وقت تک (کامل) مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک کہ میری ذات تمہاری نظر میں اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز نہ ہو جائے''۔ اِس پر سیدنا حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ ''قسم بخدا! اَب آپ کی ذات مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب تر ہوگئی ہے''۔ چناں چہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی حوصلہ اَفزائی فرماتے ہوئے اِرشاد فرمایا: "الآن یا عمر!" (یعنی اے عمر! اَب تمہاری محبت کامل ہوگئی ہے)

(بخاری شریف/کتاب الایمان والنذ ور حدیث: ۶۲۵۷)

اور سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا:

أَحِبُّوا اللّٰهَ لِمَا يَغْذُوكُمْ مِنْ نِعَمِهٖ وَأَحِبُّونِيْ بِحُبِّ اللّٰهِ وَأَحِبُّوا أَهْلَ بَيْتِيْ بِحُبِّيْ. (سنن الترمذي / أبواب المناقب رقم: ۳۷۸۹)

یعنی اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کی وجہ سے اللہ سے محبت کرو، اور اللہ کی محبت کی وجہ سے مجھ سے محبت کرو، اور میری محبت کی بنیاد پر میرے اہل بیت سے محبت کرو۔

تو معلوم یہ ہوا کہ محبتِ رسول روحِ ایمان ہے، جس شخص کا دل اس محبت سے خالی ہو وہ روحِ ایمانی سے محروم ہے؛ لہٰذا یہ ناممکن ہے کہ آدمی مؤمن بھی ہو اور اس کا دل عظمتِ محمدی ﷺ سے معمور نہ ہو۔

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے جذباتِ محبت کی ایک جھلک

نبی اکرم سیدنا ومولانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جس محبت کا اظہار فرمایا وہ محبت کی تاریخ میں خود اپنی مثال آپ

ہے۔حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے رگ و پے میں محبتِ رسول ﷺ سرایت کی ہوئی تھی،ان کے دل و دماغ حبِّ نبوی کے جذبات سے معمور تھے؛ گویا کہ اُن کی پوری زندگی محبت رسول کا عنوان بن گئی تھی،ان میں کا ہر شخص جان ودل سے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام پر فدا تھا۔

''عروہ بن مسعود ثقفیؓ'' جو صلح حدیبیہ کے موقع پر مشرکین اور مسلمانوں کے درمیان ثالثی کا فریضہ انجام دے رہے تھے،اُنہوں نے اس وقت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس کا جو نظارہ دیکھا اس کو مشرکین کے سامنے جا کر اس طرح بیان کیا:

أَيْ قَوْمِ وَاللّٰهِ لَقَدْ وَفَدْتُ عَلَى الْمُلُوْكِ وَوَفَدْتُ عَلٰى قَيْصَرَ وَكِسْرىٰ وَالنَّجَاشِيّ وَاللّٰهِ إِنْ رَأَيْتُ مَلِكًا قَطُّ يُعَظِّمُهُ أَصْحَابُهُ كَمَا يُعَظِّمُ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم مُحَمَّدًا، وَاللّٰهِ إِنْ تَنَخَّمَ نُخَامَةً إِلَّا وَقَعَتْ فِيْ كَفِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهُ وَجِلْدَهُ، وَإِذَا أَمَرَهُمْ اِبْتَدَرُوْا إِلَيْهِ وَإِذَا تَوَضَّأَ كَادُوْا يَقْتَتِلُوْنَ عَلٰى وَضُوْئِهِ، وَإِذَا تَكَلَّمَ خَفَضُوْا أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهُ وَمَا يُحِدُّوْنَ إِلَيْهِ النَّظْرَ تَعْظِيْمًا لَهُ.

(بخاری شریف ۳۷۹/۱)

اے لوگو! اللہ کی قسم میں بادشاہوں کے دربار میں گیا ہوں، میں قیصر وکسریٰ اور نجاشی کے دربار میں بھی حاضر ہوا ہوں،مگر بخدا میں نے کبھی کہیں کسی بھی بادشاہ کو ایسا نہیں دیکھا کہ اس کے درباری اس کی اتنی قدر اور عزت کرتے ہوں جتنی محمدؐ کے صحابہ محمدؐ کی عظمت کرتے ہیں۔قسم بخدا آپؐ کے دہن مبارک سے نکلا ہوا بلغم اور تھوک ان صحابہؓ میں سے کسی آدمی کے ہاتھ پر ہی گرتا ہے جسے وہ اپنے چہرہ اور بدن پر مل لیتا ہے،اور جب آپؐ اُن کو کوئی حکم کرتے ہیں تو وہ اس کو بجالانے میں جلدی کرتے ہیں۔اور جب آپؐ وضو فرماتے ہیں تو آپؐ کے وضو کے مستعمل پانی کو لینے کے لئے ان میں جھگڑا سا ہونے لگتا ہے۔اور جب آپؐ گفتگو فرماتے ہیں تو وہ آپؐ کے دربار میں اپنی آوازیں پست کر لیتے ہیں،اور حد تو یہ ہے کہ آپؐ کی انتہائی عظمت کی بنا پر وہ آپؐ کی طرف نظر بھر کر دیکھتے بھی نہیں ہیں۔

سیدنا حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جو مشاہدہ بیان کیا یہ کوئی ایک دو دن کی بات نہیں ؛ بلکہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہ معاملہ ہر روز اور ہر جگہ تھا۔ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے محبتِ رسولؐ اور جاں نثاری اور فدویت کے ایسے نمونے پیش فرمائے ہیں کہ ان کے مقابلہ میں شیریں، فرہاد اور لیلیٰ، مجنوں کے قصے قطعاً بے حیثیت معلوم ہوتے ہیں۔

معلمِ انسانیت ﷺ کا اندازِ تربیت

تاہم حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی اس پر جوش محبت اور بے مثال جاں نثاری پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ گہری نظر رکھی کہ کہیں اُمت محبت کے جوش میں راہ حق اور جادۂ اعتدال سے ہٹ نہ جائے، اور غلو کا شکار ہو کر تباہی مول نہ لے لے، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کو تلقین فرمائی کہ وہ پیغمبر علیہ السلام کی تعریف میں اس قدر مبالغہ نہ کریں جیسے یہود ونصاریٰ نے اپنے پیغمبروں کے بارے میں کیا۔ ارشاد نبوی ہے:

لَا تُطْرُوْنِيْ كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارىٰ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهٗ، وَلٰكِنْ قُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ.

(بخاری شریف ۱/۴۹۰)

میری تعریف میں اس طرح مبالغہ مت کرو جیسے کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے بارے میں مبالغہ سے کام لیا؛ اِس لئے کہ میں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں؛ لہٰذا تم لوگ یوں کہا کرو کہ اللہ کا بندہ اور اُس کا رسول ہوں۔

اسی طرح ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تلقین فرمائی کہ وہ آپ کی فضیلت دوسرے انبیاء علیہم السلام پر اس انداز میں نہ بیان کریں جس سے دوسروں کی تحقیر لازم آئے؛ چناں چہ ارشادِ نبویؐ ہے:

لَا تُفَضِّلُوْا بَيْنَ أَنْبِيَاءِ اللّٰهِ.

(مسلم شریف ۲/۲۶۷)

اللہ کے انبیاء علیہم السلام کے درمیان آپس میں فضیلت آرائی نہ کرو۔

علاوہ ازیں حضرت خاتم النبیین سیدنا ومولانا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات

سے پہلے بار بار اُمت کو جو وصیت فرمائی اور نہایت تاکید کے ساتھ توجہ دلائی وہ یہ تھی کہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کو سجدہ گاہ نہ بنائیں۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اہل کتاب کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰىٰ اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَاءِ هِمْ مَسَاجِدَ.
(بخاری شریف ۱/۱۷۷)

اللہ تعالیٰ کی پھٹکار ہو یہود ونصاریٰ پر کہ انھوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔

یہ سب ہدایات اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ محبت رسولؐ کے بھی کچھ حدود اور آداب ہیں۔ محض زبانی جمع خرچ یا نفسانی تقاضوں کے مطابق اظہار محبت کوئی معنی نہیں رکھتا؛ بلکہ محبت کے لئے اطاعت لازم ہے، جو محبت اطاعت سے خالی ہو وہ محبت نہیں؛ بلکہ محبت کا ڈھونگ ہے۔ ایک عربی شاعر کا مشہور شعر ہے:

تَعْصِى الْإِلٰهَ وَأَنْتَ تُظْهِرُ حُبَّهٗ ❖ هٰذَا لَعُمْرِيْ فِي الْقِيَاسِ بَدِيْعُ
لَوْ كَانَ حُبُّكَ صَادِقًا لَا طَعْتَهٗ ❖ إِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ يُّحِبُّ يُطِيْعُ

ترجمہ:- تو اللہ کی نافرمانی کرتا ہے اور پھر اس سے محبت بھی ظاہر کرتا ہے۔ میری جان کی قسم یہ بات عقل کے خلاف ہے۔ اگر تیری محبت سچی ہوتی، تو تُو اس کی اطاعت کرتا۔ اس لئے کہ عاشق حقیقی اپنے محبوب کا فرماں بردار ہوتا ہے)

نبی اکرم علیہ الصلوۃ والسلام ہر موقع پر اس کا خیال رکھتے تھے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کوئی غلط جذبہ پروان نہ چڑھ سکے؛ چناں چہ ایک موقع پر جب کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے پانی سے برکت حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے کے اوپر گرے پڑ رہے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ ''تمہارے اِس عمل کی وجہ کیا ہے؟'' تو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جواب دیا کہ ''ہمارے دل میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت ہے، اِس لئے ہم آپؐ کے وضو کے مقدس پانی سے برکت حاصل کر کے اپنی وارفتگی کا اظہار کر رہے ہیں''۔ تو

نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا رخ زبانی جمع خرچ اور ظاہری نمود سے ہٹا کر حقیقی کردار سازی کی طرف یہ کہہ کر موڑ دیا:

مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُحِبَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ، أَوْ يُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ، فَلْيَصْدُقْ فِي حَدِيْثِهِ إِذَا حَدَّثَ، وَلْيُؤَدِّ أَمَانَتَهُ إِذَا ائْتُمِنَ، وَلْيُحْسِنْ جِوَارَ مَنْ جَاوَرَهُ. (مشكوة شريف ٢/٤٢٤، شعب الايمان ٢/٢٠١ حديث : ١٥٣٣)

جسے یہ پسند خاطر ہو کہ وہ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ سے محبت کرے یا وہ خدا اور اُس کے رسول ﷺ کا محبوب بن جائے تو وہ (۱) جب بولے سچ بولے (۲) اور جب اسے امین بنایا جائے تو امانت کو ادا کرے (۳) اور اپنے پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کرے۔

قربان جایئے اس شاندار تعلیم اور بے مثال تربیت پر کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کس بہترین انداز سے جذبات کو صحیح رخ عطا فرما دیا اور رہتی دنیا تک کے لئے تربیت اور نصیحت کا عظیم الشان نمونہ پیش فرمایا۔

آج ضرورت ہے

پیغمبر علیہ الصلو ۃ والسلام کی مذکورہ ہدایات کی روشنی میں آج ہمیں اپنے جذبات کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ ہمیں غور کرنا ہوگا کہ ہماری محبت، اطاعت کی معیت سے شرف یاب ہے یا نہیں؟ اس لئے کہ اس کے بغیر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں دعویٰ محبت قابل قبول نہیں۔ واضح رہے کہ اسلام کوئی سطحی مذہب نہیں؛ بلکہ اس کی بنیاد پختہ اُصولوں اور مستحکم بنیادوں پر ہے۔ محض وقتی شور شرابہ اور کھیل تماشوں اور نفسانیت پر اسلام کی بنیاد ہرگز نہیں رکھی گئی ہے۔ بے شک ہمارے دل میں پیغمبر علیہ الصلو ۃ والسلام کی محبت کے جذبات سب سے زیادہ ہیں مگر اُن کی روح اطاعتِ رسول میں مضمر ہے۔ اگر کوئی صاحب ایمان محبت رسول کا مدعی ہو؛ مگر اُس کا چہرہ، لباس، کردار، اخلاق، معاملات، اور معاشرت سنت کے خلاف ہوں اور پیغمبر علیہ السلام کے دشمنوں کے موافق ہوں، تو ظاہر ہے کہ ایسے مدعی کے دعوے کو اَز روئے انصاف قبول نہیں کیا

جا سکتا۔ اسی طرح محبت کا دعویٰ ہو اور نماز، روزہ اور دیگر عبادات سے زندگی خالی ہو تو ایسا دعویٰ محبت کسی کام کا نہیں۔ محبت میں رنگ بھرنے کے لئے اطاعت اور اتباع کی روشنی ضروری ہے۔

موجودہ دور کا اَلمیہ

لیکن انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ آج محبت کے دعوے تو بہت ہیں؛ لیکن جذبۂ اطاعت کا فقدان ہے۔ لوگوں نے اپنے من گھڑت چند بے اصل نظریات اور نفسانیت پر مبنی بعض رسومات کو ہی معیارِ محبت سمجھ لیا ہے۔ اور پھر اس پر طرہ یہ ہے کہ جو اُن من گھڑت باتوں کو تسلیم نہ کرے اور قرآن وسنت سے ثابت راہِ حق پر قائم ہو، اُلٹا اسے محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تارک قرار دینے کا طعنہ دیا جاتا ہے، اور اُن کی نفسانیت میں کوئی آڑے نہ آئے، اس لئے اقدام کر کے علمائے حق اور ائمہ ربانیین کی شانِ اقدس پر کیچڑ اچھالی جاتی ہے، اور منصوبہ بند طریقہ پر ناواقف عوام کو شکوک وشبہات میں ڈالنے کی کوشش پہلے بھی کی جاتی رہی ہے، اور اب بھی کی جارہی ہے؛ حالاں کہ اس وقت اُمت کی شیرازہ بندی کی سخت ضرورت ہے۔ فروعی اختلافات کو اپنے دائروں میں محدود کر کے عوام کو ایک لڑی میں پرونا وقت کا اہم تقاضا ہے؛ لیکن کچھ لوگ محض اپنی ساکھ اور اپنا امتیاز برقرار رکھنے کے لئے نہایت بے غیرتی کے ساتھ اس نازک دور میں بھی علمائے ربانیین کے خلاف تکفیری محاذ کھولے ہوئے ہیں، بس اللہ تعالیٰ ہی اُنہیں ہدایت سے نوازیں اور اُن کے شر سے اُمت کو محفوظ رکھیں، آمین۔

رسول اللہ ﷺ کی تعظیم وتوقیر

اِیمان کا ایک اہم تقاضا یہ بھی ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی کے ساتھ حد درجہ اَدب اور احترام کا معاملہ کیا جائے، اور آپ کی شان میں اَدنیٰ سی بھی بے اَدبی کو ہرگز گوارا نہ کیا جائے۔ اِس سلسلے میں خاص طور پر درج ذیل آیاتِ قرآنیہ کا مطالعہ مفید ہوگا:

مخاطبت میں اَدب کا لحاظ

(۱) یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا وَلِلْكَافِرِیْنَ

عَـذَابٌ اَلِيْمٌ. [البقرة: ١٠٤] (اے اِیمان والو! تم (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو) "راعنا" (ہماری طرف توجہ فرمایئے) نہ کہا کرو، اور "انظرنا" (ہماری طرف نظر فرمایئے) کہو، اور سنتے رہو، اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے)

یہ حکم اِس لئے دیا گیا کہ یہودی لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو زبان دبا کر اور "عین" کے بعد "یا" کا اظہار کر کے "رَاعِيْـنَا" کہہ کر خطاب کرتے تھے، جس کے معنی "چرواہے" کے آتے ہیں، جو یقیناً پیغمبر علیہ السلام کی شان میں بڑی گستاخی تھی، اِس لئے گستاخی کے اندیشے والے لفظ کے بجائے اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے "اُنْظُرْنَا" کہنے کا حکم دیا گیا، جس میں دوسرے معنی کا کوئی احتمال نہیں ہے۔ یہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں کمالِ اَدب کی تعلیم ہے۔

(۲) لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا، قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا، فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ. [النور: ٦٣] (تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے درمیان بلانے کو اِس طرح مت سمجھو، جیسے تم میں سے بعض بعض کو بلاتا ہے، اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اُن لوگوں کو جو تم میں سے آنکھ بچا کر سرک جاتے ہیں، سو ڈرتے رہیں وہ لوگ جو رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں، اِس بات سے کہ وہ کسی فتنہ میں مبتلا ہو جائیں، یا اُن کو دردناک عذاب پہنچے)

اِس آیت شریفہ میں تین اہم باتوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے:

الف:- پہلی بات یہ ہے کہ جس طرح عام لوگ ایک دوسرے کا نام لے کر مخاطبت کرتے ہیں اور بلاتے ہیں کہ "اے فلانے" وغیرہ، اِس طرح عام انداز میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب نہ کیا جائے؛ بلکہ تعظیمی اَلقاب جیسے: "یا نبی اللہ" اور "یا رسول اللہ" کہہ کر مخاطبت کی جائے۔ اِس سے تمام اہلِ اِیمان کے دل میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حد درجہ تعظیم پیدا کرنا مقصود ہے، جس کا لحاظ ہر مسلمان پر لازم ہے۔

ب:- دوسری بات یہ ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضری ہو، تو

کوئی شخص آپ کی اِجازت کے بغیر چپکے سے اُٹھ کر نہ جائے، اِس طرح سے جانا بڑی بے اَدبی کی بات ہے۔ اور بہت ممکن ہے کہ کسی وقت کسی شخص کا اُٹھ کر جانا نبی اکرم علیہ السلام کے علم میں نہ آئے؛ لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ تو بہرحال جاننے والے ہیں، اِس لئے ایسا اِقدام کسی مؤمن کے لئے درست نہیں۔

(علماء لکھتے ہیں کہ یہی اَدب آج بھی اپنے بڑوں کے ساتھ ملحوظ رکھنا چاہئے کہ اُن کی مجلس سے بغیر اِجازت اُٹھ کر نہ آئے)

ج:- تیسری اور اہم بات یہ ہے کہ جب نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی کو بلائیں، تو اُس پر آپ کے حکم کی تعمیل فرض ہوجاتی ہے، اور عدمِ تعمیل کا اختیار نہیں رہتا، اِس لئے خلاف ورزی کرنے والوں کو ہمیشہ ڈرتے رہنا چاہئے کہ اُن کی اِس ناروا حرکت کی وجہ سے کہیں وہ کسی بدترین فتنے یا دردناک عذاب میں مبتلا نہ ہوجائیں۔ اِس سے بھی معلوم ہوا کہ اِس معاملے میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقام عام لوگوں کی طرح نہیں ہے، جن کی باتوں کی تکمیل لازم نہیں ہوتی۔

مجلس نبوی میں بلا اِجازت گفتگو میں احتیاط

(۳) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ. [الحجرات: ١]

(اے اِیمان والو! آگے نہ بڑھو اللہ سے اور اُس کے رسول سے، اور ڈرتے رہو اللہ سے، بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے)

یہ آیت اِس پس منظر میں نازل ہوئی کہ ایک مرتبہ قبیلہ بنوتمیم کے کچھ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور یہ بات زیرِ غور تھی کہ اِس قبیلے پر کس کو حاکم بنایا جائے؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک صاحب کے بارے میں رائے دی؛ جب کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے اُس کے خلاف تھی، اتفاق یہ کہ اِن دونوں کے درمیان گفتگو بڑھ گئی، اور آوازیں بلند ہوگئیں، تو یہ آیت نازل ہوئی، جس میں یہ ہدایت کی گئی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی

مجلس میں جب تک نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے صراحۃً یا دلالۃً گفتگو کی اِجازت نہ ہو؛ کسی کو آگے بڑھ کر بات نہیں کرنی چاہئے۔ یہ ایک طرح کی بے اَدبی ہے۔ اِسی طرح اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہیں تشریف لے جارہے ہوں تو کسی کے لئے آپ سے آگے چلنا یا کھانے کی مجلس میں آپ سے پہلے کھانا شروع کرنا بھی بے ادبی میں داخل اور ممنوع ہے۔ (مستفاد: معارف القرآن ۱۲۵/۸ اَریب پبلی کیشنز دہلی)

علاوہ اَزیں اپنے علماء ومشائخ اور اکابر واَساتذہ کے ساتھ بھی یہی اَدب ملحوظ رہنا چاہئے۔

حضور اکرم ﷺ کے سامنے آوازیں بلند کرنے کی ممانعت

(٤) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ. اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ. [الحجرات: ۲-۳]

(اے اِیمان والو! نبی کی آواز سے اوپر اپنی آوازیں بلند نہ کرو، اور آپ سے اِس طرح تیز آواز میں گفتگو نہ کرو، جیسے تم آپس میں کرتے ہو، مبادا تمہارے اَعمال اکارت ہوجائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔ بے شک جو لوگ رسول اللہ کے پاس دبی آواز سے بولتے ہیں، یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لئے خالص کردیا ہے، اُن کے لئے معافی ہے اور بڑا ثواب ہے)

مذکورہ آیات میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ عالی کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ اَدب سکھلایا گیا کہ آپ کی مجلس میں بلند آواز سے گفتگو ہرگز نہ کی جائے؛ اِس لئے کہ اِس طرح کی گفتگو سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو طبعی ناگواری ہوسکتی ہے، جو بجائے خود اَعمالِ خیر سے محرومی کا سبب ہے۔

روایات میں ہے کہ اِس آیت کے نزول کے بعد حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہت زیادہ محتاط ہوگئے تھے، اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں بہت ہی آہستگی کے ساتھ گفتگو کا اہتمام کیا کرتے تھے؛ چناں چہ آیت بالا میں ایسے بااَدب حضرات کے لئے تعریفی کلمات اِرشاد

فرماتے ہوئے مغفرت اور اجر عظیم کی بشارت سنائی گئی ہے۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ اِس اَدب کا لحاظ جس طرح نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات میں ضروری تھا، اِسی طرح آپ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بھی لازم ہے۔ بریں بنا روضۂ اَقدس علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے قریب شور شرابہ اور آوازوں کا بلند کرنا صحیح نہیں ہے، اور بے اَدبی میں داخل ہے، اُس سے ہر مسلمان کو اِجتناب کرنا چاہئے۔ نیز جس مجلس میں پیغمبر علیہ السلام کی اَحادیث شریفہ بیان کی جارہی ہوں اُس کا اَدب بھی ضروری ہے۔ (مستفاد: معارف القرآن ۱۲۸/۸ اَریب پبلی کیشنز دہلی)

حضور ﷺ کے گھروں سے باہر سے پکارنے پر تنبیہ

(٥) اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَرَآءِ الْحُجُرَاتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ. وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ، وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ. [الحجرات: ٤-٥]

(بے شک جو لوگ حجروں کے باہر سے آپ کو پکارتے ہیں وہ اکثر عقل نہیں رکھتے، اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ علیہ السلام خود اُن کے پاس باہر تشریف لاتے تو یہ اُن کے حق میں بہتر ہوتا، اور اللہ تعالیٰ بہت معاف کرنے والے بڑے مہربان ہیں)

مذکورہ آیات میں یہ اَدب سکھلایا گیا کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملاقات مقصود ہو تو آپ کے درِ دولت پر پہنچ کر باہر سے آواز نہ لگائی جائے، یہ نادانوں کا طریقہ ہے، جو آداب سے واقف نہیں ہوتے۔ ہونا یہ چاہئے کہ مشتاقانِ زیارت باہر ہی انتظار کریں، اور جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بذاتِ خود باہر تشریف لائیں تو آپ کی زیارت سے مشرف ہو کر اپنا مدعا عرض کریں۔

یہ حکم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائی تعظیم وتوقیر کی بنا پر دیا گیا ہے۔

حضور ﷺ کے دولت خانہ پر حاضری کے آداب

(٦) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰهُ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ

لِحَدِیْثٍ، اِنَّ ذٰلِکُمْ کَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ فَیَسْتَحْیٖ مِنْکُمْ وَاللّٰہُ لَا یَسْتَحْیٖ مِنَ الْحَقِّ، وَاِذَا سَاَلْتُمُوْھُنَّ مَتَاعًا فَاسْاَلُوْھُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ، ذٰلِکُمْ اَطْھَرُ لِقُلُوْبِکُمْ وَقُلُوْبِھِنَّ، وَمَا کَانَ لَکُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَلَا اَنْ تَنْکِحُوْا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِہٖ اَبَدًا، اِنَّ ذٰلِکُمْ کَانَ عِنْدَ اللّٰہِ عَظِیْمًا. [الأحزاب: ٥٣] (اے ایمان والو نبیؐ کے گھروں میں مت داخل ہو مگر یہ کہ تم کو اجازت دی جائے کھانے کے واسطے، نہ کہ اُس کے پکنے کے انتظار میں؛ مگر جب تم کو بلایا جائے تب جاؤ، پھر جب کھانے سے فارغ ہو جاؤ تو اپنے آپ چلے جاؤ، اور آپس میں جی لگا کر مجلس بازی نہ کرو، تمہاری اِس بات سے نبی کو تکلیف ہوتی ہے، پھر وہ تم سے شرم فرماتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ٹھیک بات بیان کرنے سے نہیں شرماتا، اور جب تم اَزواجِ مطہرات سے کوئی سامان مانگنے جاؤ تو اُن سے پردہ کے باہر سے مانگنا چاہئے، اِس میں تمہارے اور اُن کے دلوں کی خوب ستھرائی ہے، اور تم کو حق نہیں ہے کہ تم اللہ کے رسول کو اذیت دو، اور نہ یہ کہ اُن کی بیویوں سے نکاح کرو اُن کے بعد کبھی بھی؛ البتہ یہ تمہاری بات (کہ تم اَزواجِ مطہرات سے نکاح کا اِرادہ کرو) اللہ کے یہاں بہت بڑا گناہ ہے)

اِس آیت میں متعدد آداب بیان کئے گئے ہیں، جن کا تعلق بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے پایاں عظمت ہی سے ہے۔......

الف:- کوئی شخص بلا اِجازت پیغمبر علیہ السلام کے کسی گھر میں داخل نہ ہو؛ کیوں کہ اِس طرح بلا اِجازت آنا گھر والوں کے لئے سخت ناگواری کا سبب ہوتا ہے؛ لہٰذا اِس اَدب کو ہر جگہ ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

ب:- جب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے کھانے کی دعوت ہو، تو مدعو حضرات پہلے سے جاکر نہ بیٹھ جائیں؛ کیوں کہ اِس سے منتظمین کی یکسوئی میں خلل ہوتا ہے۔

ج:- کھانے سے فراغت کے بعد سب کو اپنے گھر واپس چلے جانا چاہئے، اور کھانے کی جگہ پر مجلس نہیں جمانی چاہئے۔ اِس سے بھی میزبان کو ناگواری ہوتی ہے اور بسا اَوقات انتظام میں

خلل واقع ہوتا ہے۔خود ایک موقع پر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اِسی طرح کا واقعہ پیش آیا، تو آپ نے کمالِ شرافت کی وجہ سے زبان سے تو کچھ نہیں فرمایا؛ لیکن دلی ناگواری ہوئی، جس کا اِظہار اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت میں فرمادیا ہے۔(دیگر مواقع پر بھی اِس اَدب کا خیال رکھنا چاہئے)

د:- اِسی آیت میں اَزواجِ مطہرات سے باقاعدہ پردہ کا بھی حکم دیا گیا ہے؛ کیوں کہ کسی بھی شریف آدمی کے لئے اُس کے گھر کی عورتوں کا اجنبیوں کے ساتھ بلاتکلف سامنے آنا سخت اَذیت کا سبب ہوتا ہے؛ اِس لئے حکم دیا گیا کہ اگر اَزواجِ مطہرات سے کوئی چیز مانگنی بھی ہو تو پردہ کے پیچھے سے اُسے مانگا جائے، اِس میں ہر طرح کی عافیت ہی عافیت ہے۔

حضور ﷺ کے بعد اَزواجِ مطہرات ؓ سے نکاح کی ممانعت

ہ:- اِسی آیت میں ایک اہم امتیازی حکم یہ بھی دیا گیا ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد آپ کی اَزواجِ مطہرات سے نکاح کرنا کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں ہے؛ کیوں کہ وہ اَزواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن پوری اُمت کے لئے روحانی ماؤں کے درجہ میں ہیں۔ اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اُن کی زوجیت کا رشتہ آپ کی وفات کے بعد بھی برقرار ہے۔

اِس اہم حکم کی علت وحکمت بتلاتے ہوئے مفسر قرآن حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی نوراللہ مرقدہٗ تحریر فرماتے ہیں کہ:

''مؤمنین جو دلائل وبراہین کی روشنی میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی انتہائی راست بازی اور پاک بازی کو معلوم کرچکے ہیں، اُنہیں لائق نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں یا وفات کے بعد کوئی ایسی بات کہیں یا کریں، جو خفیف سے خفیف درجہ میں آپ کی ایذاء کا سبب بن جائے، لازم ہے کہ مؤمنین اپنے محبوب ومقدس پیغمبر کی عظمت شان کو ہمیشہ مرعی (ملحوظ) رکھیں، مبادا غفلت یا تساہل سے کوئی تکلیف دہ حرکت صادر ہوجائے اور دنیا وآخرت کا خسارہ اُٹھانا پڑے۔ اِن تکلیف دہ حرکات میں سے ایک بہت سخت اور بڑا بھاری گناہ یہ ہے کہ کوئی شخص اَزواجِ

مطہرات رضی اللہ عنہن سے آپ کے بعد نکاح کرنا چاہے، یا ایسے نالائق اِرادے کا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اظہار کرے۔ ظاہر ہے کہ اَزواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی مخصوص عظمت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تعلق کی وجہ سے قائم ہوئی ہے، کہ روحانی حیثیت سے وہ تمام مؤمنین کی محترم مائیں قرار دی گئیں، کیا کسی اُمتی کے عقدِ نکاح میں آنے کے بعد اُن کا یہ احترام کما حقہ ملحوظ رہ سکتا ہے؟ یا آپ کے بعد وہ خانگی بکھیڑوں میں پڑ کر تعلیم وتلقین دین کی اُس اعلیٰ غرض کو آزادی کے ساتھ پورا کرسکتی ہیں، جس کے لئے ہی فی الحقیقت قدرت نے نبی کی زوجیت کے لئے اُن کو چنا تھا، اور کیا کوئی پرلے درجہ کا بے حس وبے شعور اِنسان بھی باور کرسکتا ہے کہ سید البشر اِمام المتقین اور پیکرِ خلقِ عظیم کی خدمت میں عمر گذارنے والی خاتون ایک لمحہ کے لئے بھی کسی دوسری جگہ رہ کر قلبی مسرت وسکون حاصل کرنے کی اُمید رکھ سکے گی؟ خصوصاً جب کہ معلوم ہو چکا ہے کہ یہ وہ منتخب خواتین تھیں جن کے سامنے دنیا وآخرت کے دو راستوں میں سے ایک راستہ انتخاب کے لئے پیش کیا گیا، تو اُنہوں نے بڑی خوشی اور آزادی سے دنیا کے عیش وبہار پر لات مار کر اللہ ورسول کی خوشنودی اور آخرت کا راستہ اختیار کر لینے کا اعلان کر دیا؛ چناں چہ تاریخ بتاتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کیسے عظیم النظیر زہد وورع اور صبر وتوکل کے ساتھ اُن مقدس خواتین جنت نے عبادتِ الٰہی میں اپنی زندگیاں گذاریں اور احکامِ دین کی اِشاعت اور اِسلام کی خدماتِ مہمہ کے لئے اپنے کو وقف کئے رکھا، اُن میں سے کسی ایک کو کبھی بھول کر بھی دنیا کی لذتوں کا خیال نہیں آیا''۔ (فوائدِ عثمانی بر ترجمہ شیخ الہند ۲/۹۲۱-۹۲۲ مکتبۃ البشریٰ کراچی)

درود شریف کی تاکید

(٤) اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا. [الأحزاب: ٥٦] (بے اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں، اے اِیمان والو! اُس پر درود بھیجو اور سلام کہہ کر سلام بھیجو)

اس آیت میں اللہ کی طرف سے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ''صلوٰۃ'' کا مطلب یہ ہے کہ

اللہ رب العالمین کی رحمت آپ پر نازل ہوتی ہے، اور اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے آپ کی تعریف فرماتے ہیں، اور فرشتوں کی طرف سے صلوٰۃ کا مطلب یہ ہے کہ وہ فرشتے آپ کے لئے رحمت کی دعائیں کرتے رہتے ہیں، اور اہلِ ایمان کی طرف سے صلوٰۃ وسلام بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے رحمت وسلامتی کی دعا کرنے کے معنی میں ہے، اور اس آیت سے عالم بالا اور عالم دنیا یعنی زمین اور آسمان ہر جگہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رفعتِ شان اور عظمت ومرتبہ کو بیان کرنا مقصود ہے، جس سے اونچا درجہ مخلوق میں اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ (تفسیر ابن کثیر مکمل ۱۰۷۶ ادار السلام ریاض)

علماء نے لکھا ہے کہ ہر مسلمان کے لئے زندگی میں کم سے کم ایک مرتبہ درود شریف پڑھنا فرض ہے، اور جس مجلس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک سنا جائے تو ایک مرتبہ درود شریف پڑھنا واجب ہے، اور اگر اسی مجلس میں بار بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی لیا جائے تو ہر مرتبہ درود شریف پڑھنا مستحب ہے، اور جس قدر زیادہ درود شریف آدمی پڑھے گا اتنا ہی وہ آیتِ کریمہ کے حکم کی تکمیل کرنے والا قرار پائے گا۔ (**قال الشامي: ومقتضى الدليل افتراضها في العمر مرة، وايجابها كلما ذكر إلا أن يتحد المجلس فيستحب التكرار بالتكرار.** (شامي ۲/۲۲۸ زكريا)

جس شخص کے سامنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر ہو اور وہ درود شریف کا نذرانہ پیش نہ کرے وہ پرلے درجہ کا محروم ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا ہے: **رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرْتُ عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ.** (رواه الترمذي، مشكوٰة ۱/۸٦) (اُس شخص کی ناک رگڑی جائے جس کے سامنے میرا تذکرہ ہو پھر وہ مجھ پر درود نہ بھیجے)

اور جگر گوشۂ نبوت سیدنا حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ: ''جو شخص میرا ذکر آنے پر درود پڑھنے سے چوک جائے وہ جنت کے راستے سے چوک جانے والا ہوگا''۔ (الترغیب والترہیب مکمل ۳۸۴)

اور سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس شخص کو

بڑا کنجوس قرار دیا ہے جو آپ کا نامِ نامی سن کر بھی درود شریف نہ پڑھتا ہو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد ہے: اَلْبَخِيلُ الَّذِیْ مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ. (مشکوٰۃ شریف ۸۷/۱)

(وہ شخص بہت بخیل ہے جس کے سامنے میرا ذکر ہوا اور وہ مجھ پر درود شریف نہ پڑھے)

سرورِ عالم، محسنِ انسانیت، سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے درود شریف پڑھنا آپ کی جانب سے اُمت پر کئے گئے بے انتہا احسانات کی شکر گزاری کا ادنیٰ سا مظاہرہ ہے؛ لہٰذا اگر اِس کے عوض میں کچھ بھی نہ عطا ہوتا پھر بھی بجا تھا؛ لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمت دیکھئے کہ جو شخص ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتا ہے اُس پر اللہ تعالیٰ کی دس رحمتیں نازل ہوتی ہیں:

چناں چہ سیدنا حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام صبح کے وقت نہایت بشاشت کے ساتھ تشریف لائے، آپ کے چہرۂ انور سے خوشی کے آثار نمایاں تھے، حاضرین نے عرض کیا کہ: ''اے اللہ کے رسول! آج آپ کے چہرۂ انور سے بشاشت ظاہر ہورہی ہے، کیا وجہ ہے؟'' تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: أَجَلْ! أَتَانِي اٰتٍ مِنْ رَّبِّيْ عَزَّوَجَلَّ وَقَالَ: مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ مِنْ أُمَّتِكَ صَلاَةً كَتَبَ اللّٰهُ بِهَا عَشَرَ حَسَنَاتٍ، وَمَحیٰ عَنْهُ عَشَرَ سَيِّئَاتٍ وَرَفَعَ لَهٗ عَشَرَ دَرَجَاتٍ وَرَدَّ لَهٗ مِثْلَهَا. (مسند احمد بن حنبل ۲۹/٤، الترغيب والترهيب مكمل ۳۸۰) (جی ہاں! میرے رب کی طرف سے ایک قاصد میرے پاس آیا تھا، اُس نے یہ خوش خبری سنائی کہ آپ کی اُمت کا جو بھی فرد آپ پر درود بھیجے گا تو اللہ تعالیٰ اُس کے بدلہ میں اُس کے لئے دس نیکیاں لکھیں گے اور اُس کے دس گناہ معاف فرمائیں گے، اور اُس کے لئے دس درجات بلند فرمائیں گے، اور جیسے اس نے رحمت کی دعا کی ہے ویسے ہی اسے بھی رحمت سے نوازیں گے)

اور ایک روایت میں ہے کہ: ''جو شخص ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہے اُس پر اللہ تعالیٰ ۷۰ مرتبہ رحمتیں نازل فرماتے ہیں اور فرشتے دعاءِ خیر کرتے ہیں''۔ (مسند احمد ۲/ ۱۸۷ عن عبداللہ بن عمروؓ، مشکوٰۃ شریف ۱/ ۸۷، مرقاۃ المفاتیح ۳/ ۱۸)

دنیا میں جہاں کہیں بھی درود شریف پڑھا جاتا ہے اور جو شخص بھی یہ سعادت حاصل کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے بے شمار فرشتے اِس کام پر مقرر فرما رکھے ہیں کہ وہ درود شریف کو لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے ہیں؛ چناں چہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا:

إِنَّ لِلّٰهِ مَلاَئِكَةً سَيَّاحِيْنَ يُبَلِّغُوْنِيْ عَنْ أُمَّتِيْ السَّلاَمَ. (عمل اليوم والليلة، الترغيب والترهيب مكمل ۳۸۱) (اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ فرشتے ہیں جو (ساری دنیا میں) چکر لگاتے ہیں اور مجھ تک میری اُمت کی طرف سے سلام پہنچاتے ہیں)

اور بعض روایات میں ہے کہ روضۂ اقدس علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر ایک ایسا فرشتہ مقرر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کے نام ونسب کا علم عطا کیا ہے، وہ وہیں کھڑے کھڑے پوری دنیا میں جہاں جہاں بھی درود شریف پڑھا جاتا ہے اُس کا علم حاصل کر لیتا ہے اور پھر درود پڑھنے والے کا نام اُس کے والد کے نام کے ساتھ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پیش کرتا ہے۔ چناں چہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ وَكَّلَ بِقَبْرِيْ مَلَكًا أَعْطَاهُ اللّٰهُ أَسْمَاءَ الْخَلاَئِقِ فَلاَيُصَلِّيْ عَلَيَّ أَحَدٌ إِلىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ إِلاَّ أَبْلَغَنِيْ بِاِسْمِهٖ وَاِسْمِ أَبِيْهِ هٰذَا فُلاَنُ بْنُ فُلاَنٍ قَدْ صَلّٰى عَلَيْكَ. (رواه البزار والطبراني، الترغيب والترهيب مكمل ۳۸۱) (اللہ تعالیٰ نے میری قبر پر ایک فرشتہ مقرر کیا ہے اور اُسے تمام مخلوقات کے نام عطا فرمائے ہیں، پس قیامت تک جو شخص بھی مجھ پر درود شریف پڑھے گا وہ فرشتہ اُس کو میرے پاس اُس کے نام اور اُس کے والد کے نام کے ساتھ یہ کہہ کر پیش کرے گا کہ فلاں بن فلاں نے آپ کی خدمت میں درود شریف پیش کیا ہے)

ذرا غور فرمائیں! ایک اُمتی کے لئے کس قدر مسرت کی بات ہے کہ اُس کے پیش کردہ درود کا ذکر آقا کے دربار میں ہو؟ اگر درود شریف کا کوئی اور فائدہ نہ بھی ہوتا تو یہی ایک فائدہ اُس کی اَہمیت کو ظاہر کرنے کے لئے کافی تھا۔

درود شریف کی کثرت کا ایک بڑا اَہم فائدہ یہ ہے کہ اِس کی بدولت آخرت میں پیغمبر

علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قربِ خاص نصیب ہوگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلاةً. (سنن الترمذي: ٤٢٠، الترغيب والترهيب ٣٨١) (یقیناً مجھ سے قیامت کے دن سب سے قریب وہ لوگ ہوں گے جو مجھ پر (دنیا میں) سب سے زیادہ درود شریف پڑھنے والے ہوں گے)

لہٰذا جو شخص آخرت میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معیت اور تقرب کا متمنی ہو اسے کثرت کے ساتھ درود شریف پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہئے۔

نبی ﷺ کی ایذاء رسانی؛ قابل لعنت عمل

(۵) إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا. [الأحزاب: ٥٧] (بے شک جو لوگ اللہ کو اور اُس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں، اُن پر دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی پھٹکار ہے، اور اُن کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے)

جو بدنصیب شخص بھی پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات میں یا وفات کے بعد آپ کی شانِ اَقدس میں اَدنیٰ درجہ کی بھی گستاخی کر کے آپ کو اَذیت پہنچاتا ہے وہ اِس بدترین وعید کا مستحق ہے۔

اور تمام علماء اور اَئمہ کا اِس پر اِجماع ہے کہ جو شخص بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اَقدس میں گستاخی کرے وہ کافر و مرتد ہے، اور اگر توبہ نہ کرے تو واجب القتل ہے۔

نیز ایک ضعیف روایت میں یہ الفاظ بھی وارد ہیں: ''مَنْ سَبَّ نَبِيًّا فَاقْتُلُوهُ''. (الشفاء بتعريف حقوق المصطفىٰ / لقاضي عياض ٢٢/٢) یعنی جو کسی نبی کو برا بھلا کہے تو اُس کو قتل کر دو۔

لیکن ظاہر ہے کہ اِس حکم کی تعمیل صرف اِسلامی حکومت میں شرعی قواعد کے تحت صرف حاکم شرعی کے ذریعہ ہی ہوسکتی ہے۔ عام لوگوں کو اپنے طور پر اِس سزا کو جاری کرنے کا حق نہیں ہے۔ تو جب اِسلامی حکومت میں یہ پابندی ہے تو ایسے ممالک جہاں اِسلامی نظام نافذ نہیں ہے، اُن میں بدرجہ اولیٰ گستاخیِ رسالت کے کسی واقعہ پر قانون اپنے ہاتھ میں لینے کی اجازت نہ ہوگی، اور غیروں کے ماحول میں ''سر تن سے جدا'' جیسے نعرے لگا کر دوسروں کو فتنہ اَنگیزی کا موقع فراہم

نہیں کیا جائے گا۔

تاہم اِیمانی غیرت وحمیت کا تقاضا یہ ہے کہ اِس طرح کے اشتعال انگیز واقعات پر ہوش مندی کے ساتھ اپنا احتجاج درج کرایا جائے، اور ملکی قانون کے تحت مجرمین کے خلاف ثبوتوں کے ساتھ نامزد رپورٹیں لکھوائی جائیں، اور پوری قوت کے ساتھ قانونی اِقدامات سے گریز نہ کیا جائے۔

نیز ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ سوشل میڈیا پر آنے والے گستاخانہ مواد کو ہرگز ہرگز آگے نشر نہ کیا جائے، ایسا نہ ہو کہ ہم خود ہی اِس گندگی اور غلاظت کے پھیلانے میں مددگار بن جائیں؛ کیوں کہ تجربہ یہی ہے کہ اگر ایسی گستاخانہ باتوں سے بے رخی برتی جائے گی تو فتنہ پرور لوگ اپنے مقاصد میں یقیناً ناکام اور نامراد ہو جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو کامل ایمان ویقین عطا فرمائیں، ایمان کی چاشنی، حلاوت اور لذت عطا فرمائیں، سیرت اور سنت کی سچی اتباع نصیب فرمائیں، آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

(شائع شدہ: ندائے شاہی ستمبر ۲۰۲۲ء-تا-جون ۲۰۲۳ء)

